الٰہی غنچۂ امید بکشا
گلشن جاں فزا
مجموعہ قوالی جلد دوم
حصہ چہارم - حصہ پنجم - حصہ ششم
در مطبع گیلکسٹن پریس لاہور مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد

غزل

جن و بشر تو کیا ہیں غلمان و حور تیرا
کرتے ہیں ذکر تیرا وحشی طیور تیرا

حسنِ بشر سے ظاہر گو ہے ظہور تیرا
لیکن ہر ایک شے میں مخفی ہے نور تیرا

ممکن نہیں یہ ہرگز کعبہ ہو یا کلیسا
ہر شے میں تو ہی تو ہے ظاہر ہے نور تیرا

ذرہ میں بھی چمک ہے سلطانِ احدیت کی
دیکھے جو تو نہ ابدل یہ ہے قصور تیرا

ہے التجا شرر کی جنت میں جلد ہی پہونچوں
آنکھوں کے سامنے ہو مالک وہ نور تیرا

(خمسہ بزبان اردو ترجمہ مصنّف ۔ خسرو)

نظر آیا نرالا ڈھنگ دنیا سے نیا عالم
نہیں ممکن وہاں تک باد پائے کی نامحرم

نہ کوئی اس جگہ مونس نہ کوئی اسجگہ ہمدم
نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم

بزہرہ رقص بسمل بود شب جائے کہ من بودم

جدھر ہی کھینچے ہوئے غمزہ فرزہ تانے ہوئے بھالے
وہ لانبے بال گھنگھر لئے بجھے نرسے کی طرح کالے

ہزاروں اس نگاہِ ناز نے متوالے کر ڈالے
پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے

سراپا آفت جاں بود شب جائے کہ من بودم

جگر میں جب جلن کہ آتش فرقت سے دونی ہو
سکون و صبر طاقت جان بھی جائے تو جانے دو

تڑپ کر تم بھی خسرو کی طرح نیز پکار اُٹھو ہا | مرا از آتش فرقت کہ دامن شوقت آ خسرو
محمد شمع محفل بود شب جائے کہ من بودم

غزل

تذکرہ کیا رشک گلشن ہیں کسی بیدل کا ہی
آج کچھ بدلا ہوا ہے رنگ آپ کی محفل کا ہے
خود بنایا مجھ کو اِس تیر نگاہِ ناز نے ہا
یہ کلیجے کی جگہ ہے - یہ ٹھکانہ دل کا ہے
سب سے مل لو غسل کر لو باندھ لو سر سے کفن -
عقدہ ایدل اب مُسَمم کوچۂ قاتل کا ہے
حشر کے دن اُس کا دامن چھوڑ دینا ہی پڑا
دیکھ کر اتنا کہ منہ اترا ہوا قاتل کا ہے
شمس کیوں روتا ہے چپکے چپکے کچھ منہ سے تو کہ
حال دیکھیں اب تمہارا کیسا غم دل کا ہے

غزل

جانے کیا ساقی کہ آنکھوں نے اشارہ کر دیا
نظر ساغر ہم نے اپنا زہد عقدہ کر دیا -
مسکیں ہیں کل تو تھا میں خشک ساحل کیطرح
آج ساقی نے مجھے قطرہ سے دریا کر دیا
دل کو آزار محبت کے مزے آنے لگے -
اس کے میں قربان کہ جس نے درد پیدا کر دیا
کعبے والوں سے جو پوچھی میں نے منزل یار کی
بتکدے کی سمت چپکے سے اشارہ کر دیا

بھیرویں

ساقی شراب پلا کے شتاب تو مست خراب بنا دے مجھے -
عشق صنم کا درد و الم جو اور ہو غم وہ بھلا دے مجھے
چاہے حور و قصور بھی مجھکو ملے نہیں مجھکو ضرورت تیرے سوا
ہوں میں تجھ پہ فدا او یار مرے دیدار تو اپنا دکھا دے مجھے

لب پہ اٹکی ہے جان لے جان جہاں رحماں کی قسم تو دیر نہ لا
اے بادِ سحر باشکِ رشکِ قمر کی جلد ہی خبر تو لا دے مجھے
حشمت فقیر کا چشتی ہے پیر جو روشن ضمیر ہے پشت و پناہ
میں سوئے دیر اصنم جو ہے پکڑ اقدم تو ہی سوئے عدم پہنچا دے مجھے
میں تو سنتے ہی نام ہوا ہوں غلام یہی صبح سے شام ہے ورد میرا
اے نور جمال ہے شوق وصال یہی تجھ سے سوال بتا دے مجھے

غزل مع خمسۂ صیاد

بتاؤں فصل بہاری کا کیا نشان صیاد
نہ دیکھا ایک نظر ہم نے بوستاں صیاد
نہ آیا طفلی میں مجھکو جو تو یہاں صیاد
میں ماجرائے چمن کیا کروں بیاں صیاد
کھلی ہے کنج قفس میں مری زباں صیاد

دہن کے کھلتے ہی کاٹی میری زباں صیاد
سنی کبھی نہ کوئی تو نے داستاں صیاد
ترے میں پنجہ سے جاؤنگا اب کہاں صیاد
زمین ہے سخت ہے اور دور آسماں صیاد
قفس سے چھوٹ کے جاؤنگا میں کہاں صیاد

تیری تو قید میں اللہ نے کیا پیدا
وہیں پہ ہوش سنبھالا نکالا پھر پر زا
بیان کیا کریں واقف نہ ہوں جو کچھ یہ لکھا
خبر نہیں کسے کہتے ہیں گل چمن کیسا
قفس کو ہم تو سمجھتے ہیں آشیاں صیاد

چلو چمن سے تم اے بلبلو برائے خدا
جیئنگے کھائینگے اگلے برس چمن کی ہوا
قیام خوب نہیں ہے یہ میں نے آپ سنا
میں کھینچوں دام کو بلبل تو آشیانہ جلا
ہم یہ مشورہ کرتے ہیں باغباں صیاد

یہ تنگ کر دیا دنیا کے کارخانے نے
بٹھایا خاک پہ ذلت نے سر اٹھانے نے

عجیب طور کی گردش ہے اس زمانے میں
دکھایا کنج قفس مجھکو آب و دانے نے
وگرنہ دام کہاں اور میں کہاں صیاد

غزل

دل چھین لیا بے شک اور رشک چمن تو نے
دنیا سے مجھے کھویا دکھلا کے پھبن تو نے
افسانہ سنا ظالم صورت تو دکھا پیارے
مارے ہیں جواں بن بن کے دولہن تو نے
داغی گل لالہ ہے گلشن میں تیرے دم سے
زخمی کیئے صحرا میں آنکھوں سے ہرن تو نے
مسجد نہ شوالا ہے بستی ہے نہ مالا ہے
رکھا نہ کسی قابل او زہر شکن تو نے
موسی کو جو غش آیا تو کوہ طور ہوا اشرر
کیا خوب سنایا تھا ہاں سوز سخن تو نے

غزل

خیال ابروے دلدار میں کی ہے فغاں برسوں
وہ مومن ہوں کہ میں نے دی ہے کعبہ میں اذاں برسوں
فلک بیکار اپنی عمر کو کھوتا ہے گردش میں
نہ پائیگا کبھی اس بے نشاں کا تو نشاں برسوں
فراق یوسف گم گشتہ بن یعقوب نے روکر
کیئے آنکھوں سے اپنے اشک کے دریا رواں برسوں
مجھے اس کوچہ میں پہنچائے یارب بس یہی حسرت
جہاں جبریل نے پلکوں سے جھاڑا آستاں برسوں
سو ون وصل کی شب شام ہی سے غل مچایا ہے
فراق یار میں آئی نہ آواز اذاں برسوں
نہ آہ آتشیں نے بال بھی بیکا کیا اُن کا
جلا کیں آتش فرقت سے میری ہڈیاں برسوں
لبوں پر آ کے دم میرا پلٹتا تھا شب فرقت
نہ بھولیں گی مجھے تیری قضا اٹھکیلیاں برسوں

دیگر

مے کا بندہ کر دیا شیدا نے مینا کر دیا
دل کو بیخود کر دیا مدہوش صہبا کر دیا
پردے کو رخ سے دور کر کے حشر برپا کر دیا
جلنے کیا ساقی کہ آنکھوں سے اشارا کر دیا

نذر ساغر ہم نے اپنا زہد و تقوا کر دیا

ہجر مینا میں تھا میرا حال بسمل کی طرح
مانگتا تھا جام مے ہر اک سے سائل کی طرح
کام نکلا تھا نہ کوئی حسرت دل کی طرح
میکدے میں گل تو تھا میں خشک ساحل کی طرح

آج ساقی نے مجھے قطرے سے دریا کر دیا

نالۂ غم و الم قصر فلک ڈھانے لگے
دست وحشت جانب چاک گلو جانے لگے
زخم سب رسنے لگے لطف خلش پانے لگے
دل کو آزار محبت کے مزے آنے لگے

اس کے ہیں قربان کہ جس نے درد پیدا کر دیا

ہوش اڑتے ہیں سر بسر بیداد اسکی دیکھ کے
ایک تو ایذا دیا پھر دوسروں کے ہاتھ سے
جان دینا ہو جسے وہ اس کا شیدائی بنے
کام سولی کا کیا تھا کونسا منصور نے

کیا ہوا گر ایسا ہرجائی کو رسوا کر دیا

عاشق راز نہاں ہے اس بت عیار کی
کوئی کیا رسموں کو سمجھے کافر دیندار کی
کیا مزے کی دی خبر کس لطف سے گفتار کی
کعبے والوں سے جو پوچھا ہم نے منزل یار کی

بتکدے کی سمت چپکے سے اشارہ کر دیا

غزل کیف - قوالی

امت تیری مجرم تھی دوزخ سے بری نکلی
رحمت کی کسوٹی پہ کھوٹی بھی کھری نکلی
آگے میرے مالک کے مجرم مجھے ٹھہرایا
اے نفس یہ سب تیری ہی بیدادگری نکلی
کب جان سکا کوئی حضرت کی حقیقت کو
بینائی تھی آنکھوں میں وہ بے بصری نکلی
سب دھل گئے گناہ جس وقت وہاں پہنچا
دنیا میں کھوٹی تھی عقبیٰ میں کھری نکلی

قوالی

اب لڑکپن چھوڑ دے ایدل شباب آنیکو ہے
حشر تک جس سے نہ چونکیں گے وہ خواب آنیکو ہے

تر پسینے سے ہے اُنکی محرم آب رُو ان — ان حبابوں کی کٹوری میں گلاب آنیکو ہے

یاس کہتی ہے کہ قاصد راہ میں مارا گیا — آس کہتی ہے نہیں خط کا جواب آنیکو ہے

محفل اغیار میں وہ بے نقاب آنے کو ہے — سنتے ہیں جو قدِ آدم آفتاب آنیکو ہے

قوالی دیگر

بتان سینہ چمن میں جو نو شباب آیا — تو پھول ہنس اُٹھے غنچہ کو حجاب آیا

ڈھکی جاتے ہی ان کا جو وہ شباب آیا — ابھار سینے کا دیکھا تو خود حجاب آیا

یہ حسن و عشق کی نیرنگیاں ہیں قابل دید — اسی پروں میں میرا خانماں خراب آیا

وہ پھول چنتے ہوئے جو چمن سے آ نکلے — میں میکدے سے بہاتا ہوا شراب آیا

قوالی مذاقیہ

کوئی بھی ارماں نہ نکلے عاشقِ دلگیر کے — اس لیے تختے لگائے قبر میں شہتیر کے

انتہا کی تھی جلن چولھا بنانے کے لیے — لے گئے دیکچے مزار عاشقِ دلگیر کے

گڑگڑا کہ قیس نے لیلٰے کے بھائی سے کہا — ہم بھی ہو سکتے ہیں شوہر آپ کی ہمشیر کے

قدِ موزوں یار سمجھا میں اندھیری رات میں — دھوکے دھوکے میں بہت بوسی لیے شہتیر کے

اُن کو شیرینی سے رغبت آجکل جو ہو گئی — پیچھے پھرتے ہیں عاشق بھی پیالے کھیر کے

دیگر مذاقیہ

اِدھر منہار بیٹھے اُدھر منہار بیٹھے ہیں — پیجامہ بیچ میں پہنے وہ چوڑیدار بیٹھے ہیں

یہی فرطِ محبت سے تھے کہتے قیس کے والد — نہیں معلوم کس جنگل میں برخوردار بیٹھے ہیں

کچہری میں گیا جو میں لکھانے داد کا دعوے — کچہری بند کرسی پر میاں انوار بیٹھے ہیں

کچہری سے پلٹ کر کے جو قیصر باغ میں آیا — درختوں پر تمہارے طالب دیدار بیٹھے ہیں

دیگر

علم مغرب پڑھ چکے ہونگی ایسی خود سر بیبیاں — بیبیاں شوہر بنینگی اور شوہر بیبیاں

کیا بتاؤں کیا کریں گی علم پڑھ کر بیبیاں
ہوں گی سب ڈپٹی سے لیکر تا گورنر بیبیاں
مرد سب ماتحت ہوں گے اور افسر عورتیں
دفتری شوہر بنینگے اہل دفتر بیبیاں
جن کے پلے پانچ گز ململ کی بھی قیمت نہیں
ڈال دینگی اُن کے سر سارے کا لنگر بیبیاں
ان کے دام مکر سے بچنا ابھی دشوار ہے
اور آفت ڈھائیں گی سائنس پڑھکر بیبیاں
آدمی کیا مال ہے دیووں کے سر چڑھ جائینگی
جب پری بن جائیں گی سایہ سینکر بیبیاں
پڑھنے سے اتنا تو اُن سے فائدہ ہوگا ضرور
ہونگی عیسائی مشن میں جاکے نوکر بیبیاں
ہاں مگر اتنا پڑھنا چاہیے اُن کو ضرور
مرد کی غمخوار ہوں بچوں کی رہبر بیبیاں

قوالی

ہنس کے فرمانے لگے سن سن کے دو نالے مرے
آپ کب سے ہو گئے ہیں چاہنے والے مرے
ٹوٹ جاتی ہے جو چلنے میں کسی کانٹے کی نوک
پھوٹ کر روتے ہیں کیا کیا پاؤں کے چھالے مرے
رفعت قامت ہیں موزوں ہر اک مصرع مرا
عشق کے سانچے میں سارے شعر میں ڈھالے مرے
قبر میں کوئی خبر لینے نہ آیا بعد مرگ
زندگی تک نوبت تھے چاہنے والے مرے
جام بھر کر غیر کو دینا مجھے خالی گلاس
تیری بیہوشی کے صدقے جاؤں متوالے مرے
ضبط الفت کی قسم کھاتا ہوں لیکن کیا کہوں
جان کھا جاتے ہیں ارشد پوچھنے والے مرے

دیگر

جسطرف او دلربا تیری نظر ہو جائیگی
خلق کی کیا ہوگی خالق کی ادھر ہو جائیگی
کوئی گھائل کوئی زخمی کوئی ہوگا نیم جاں
جسطرف ظالم تیری ترچھی نظر ہو جائیگی
بے نقاب آیا جو چہرہ وہ ہمارا بام پر
روشنی پھیکی تیری فوراً قمر ہو جائیگی
بن سنور کے اسطرح نکلو نہ تم بازار میں
عاشقوں کی جان من تمکو نظر ہو جائیگی
ہاں کہاں جاتے ہو راتوں کو بتادو صاف صاف
کیوں چھپاتے ہو ہمیں آخر خبر ہو جائیگی
میری رسوائی سے ہے تیری بھی رسوائی ضرور
تیری شہرت بھی ستمگر دربدر ہو جائیگی

اِک طرف معشوق اِک جانب شرابِ ناب ہے
قلقلِ مینا و میخوار کی یونہی بسر ہو جائیگی

دیگر

نازبھی ہوتا ہے ہوتی رہے بیداد بھی
سب گوارا ہے اگر سنتے رہو فریاد بھی

سچ ہے ہوتی ہے بری مظلوم کی فریاد بھی
دیکھے بلبل کو چھری پھیر کا کیا صیاد بھی

اے چمن والو چمن میں یوں گذرنا چاہیے
باغبان بھی خوش رہے راضی رہے صیاد بھی

تم جو کہتے ہو بگڑ کر ہم نہ آئیں گے کبھی
یہ بھی کہدو اب نہ آئیگی ہماری یاد بھی

واہ کیا حسرت زدہ تھا دل تمہارا آے جلیل
ہو گیا دو روز میں آباد بھی برباد بھی

قوالی

اپنے قرآن میں مالک لم یزلی وصف زلف نبی جب سنانے لگا
غنچہ دل ہر اک کا مہکنے لگا بلبل خوشنما چہچہانے لگا
وصف کیا ہو شفیع الورےٰ آپ کا تاب و طاقت نہیں مجھ میں مطلق ذرا
اِک اِک ایسا ہوا تیرے در کا گدا قم باذنی سے مُردے جلانے لگا
خیبری الاماں الاماں کہ اُٹھے ایسے طاقت کے بندے ہیں دیکھے کہاں
لیا ہاتھ میں اپنے بابِ خیبر اُٹھا زورِ شیرِ خدا یوں دکھانے لگا

غزل

کاوشِ قسمت سے تکلیف جگر کس دن نہ تھی
ہم سے ترچھی بے سبب تیری نظر کس دن نہ تھی

کب نہ آیا کی لبوں پہ جان پر غم ہجر میں
نزع کی حالت مری اے بیخبر کس دن نہ تھی

ماتمی کس دن نہ تھا شامِ شبِ غم کا لباس
چاک دامن صبح میرے حال پر کس دن نہ تھی

چپ رہا میں اضطرابِ دل سے اپنی کس گھڑی
کب نہ تھی فریاد آہ بے اثر کس دن نہ تھی

مجھ سے خالی تھے دم بھر تار ہا غیروں کا تو
بیخبر مجھ کو تیرے دل کی خبر کس دن نہ تھی

جینے جی فرصت ملی کب انتظارِ یار سے
دیدۂ روزن ہماری چشم تر کس دن نہ تھی

آج پر موقوف کیا ہے میری انکی بے سبب
رنجش بے کار باہم عمر بھر کس دن نہ تھی

کس گھڑی کس دم کہاں درد جگر نے دم لیا
بیقراری مجھکو مانند شرر کس دن نہ تھی

دیگر

جلیل - جناب حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری جانشین امیر مینائی۔

وہ ہنستے بولتے ہیں سب سے آدمی کی طرح
ہمیں سے اڑتے ہیں ہر بات میں پری کی طرح

دکھا رہا ہوں دل صاف آرسی کی طرح
اتارتا ہوں انہیں شیشے میں پری کی طرح

ہمارا پیار ہے ان کے لئے نسیم بہار
لبوں جو چوم لیا کھل گئے کلی کی طرح

قرار مجمع عشاق میں کہاں ان کو
دلوں میں دوڑتے پھرتے ہیں وہ خوشی کی طرح

ہمارے بوسوں نے چھینے دیا کسی کا نہ رنگ
مسی بھی اڑ گئی ان ہونٹوں سے ہنسی کی طرح

بڑھی شباب کی شوخی تو لگ گئے بھی پر
جوان ہوتے ہی اڑنے لگے پری کی طرح

بہار پھولوں کی ناپائدار ہے کتنی
ابھی تو آئی ابھی اڑ گئی ہنسی کی طرح

یہ کیا ادا ہے کہ لی چٹکی اور اٹھ کے چلے
جو آئے ہو تو ذرا بیٹھو آدمی کی طرح

جلیل گوشہ عزلت کو مغتنم جانو
کرے گا کوئی رفاقت نہ بیکسی کی طرح

دیگر

حسن جب مقتل کی جانب تیغ براں لیچلا
عشق اپنے مجرموں کو پابجولاں لیچلا

آرزوئے دید جاناں بزم میں لائی مجھے
بزم سے میں آرزوے دید جاناں لیچلا

آرزو پر آرزو لایا تمہاری بزم میں
جب چلا حسرت زدہ ارماں پہ ارماں لیچلا

قوالی عاشقانہ

یوں تو کوئی بھی نہ دل کا مرے ارماں نکلا
پوچھنے تم ہو باصرار تو ہاں ہاں نکلا

میرے ستار مرا حشر میں پردہ رکھتا
گڑ ہی جاؤنگا اگر قبر سے عریاں نکلا

سبز نیرنگ جہاں دل میں نظر آتی ہے
یہ وہ غنچہ ہے جو ہمرنگ گلستاں نکلا

مر گیا میں تو یہ بالیں سے وہ کہکر اُٹھے
کارِ مشکل جسے سمجھے تھے وہ آساں نِکلا

ہم نے ابرو کی مہ نو سے اگر دی تشبیہ
آپ کے میان سے کیوں خنجر بُرّاں نِکلا

کس کے قدموں سے لپٹنے کو میری خاک اُٹھی
کوئی ہو کر طرف گور غریباں نِکلا

مختتم اپنے سخن میں ہی تیری ذات حفیظ
اپنے انداز کا تو ایک سخن داں نِکلا

حضرت سیماب اکبر آبادی

وہ رندِ مست ہوں کہ نہ چونکے گناہ سے
الٰہی حشر میں بھی چھپکے خدا کی نگاہ سے

ہیں دفن میرے ساتھ ہی بربادیاں میری
اٹھوں کا حشر میں اسی حالِ تباہ سے

اللہ رے کوئی عشق تیری بدگمانیاں
دل کو بھی آشنا نہ کیا رسم و راہ سے

سوچا ہے میں نے آج نیا رشک کا علاج
دشمن کو دیکھتا ہوں تمہاری نگاہ سے

اے برق یار حسن تو چھپ چھپ کے کوندتا
کچھ کام کر نگاہ ملا کر نگاہ سے

کیا ڈھونڈتے ہیں مدفن بربادگانِ عشق
مٹی کے چند حال ہیں وہ بھی تباہ سے

میں کیا خدا سے شکوۂ وصلِ عدو کروں
سب ہم مٹ گئے تیری ترچھی نگاہ سے

گو ہوں ضعیف پھر بھی تیرا جاں نثار ہوں
سایہ کہیں گرے تو اٹھا لوں نگاہ سے

سیماب رنگ لائیگی وحدت پرستیاں
گونجتے گا حشر اشہد ان لا الہ سے

قوالی

الٰہی حشر میں جاتی رہے وہ جان پیدا کر
بتوں کا سامنا ہے موت کا سامان پیدا کر

بتوں کے کشتگانِ ناز کا مجمع بہت ہوگا
الٰہی حشر میں اک دوسرا میدان پیدا کر

طرحداروں نے تیری ساری دنیا توڑ دی یا رب
یہ کس نے کہدیا تجھ سے کہ تو انسان پیدا کر

یہ جھنے اور مارے ڈالتے ہیں بزم جاناں میں
پتنگے جل کے کہتے ہیں کہ ایسی جان پیدا کر

وصال بت میری تقدیر میں ممکن نہیں یا رب
دعا کا یہ تقاضا ہے کہ میری شان پیدا کر

جفا کہتی ہے ہٹ کمبخت میرا رنگ جمنے دے
تجھے بھی دل ملا ہے تو بھی کچھ درمان پیدا کر

یہ مجھپر اعتراض رسم الفت ہر گھڑی کیوں ہے
در ساقی پہ زاہد جب کبھی پہونچا صدا آئی
ملاکر خاک میں لیں ادا سے ہنس کے کہتے ہیں
جوانی کی سمجھ ناکام رکھتی ہے ہمیں سبکو

ہوائے موسم گل اب ہی اوسان پیدا کر
کہ پیاسا ہے تو جا پیاسوں کی پہلے شان پیدا کر
اگر اب مل سکے تجھکو تو مٹی چھان پیدا کر
کبھی کسن کا اپنے دل میں اب ارمان پیدا کر

حضرت شمس مینائی

شمیم نافہ آہوئے ہمیں لائی تو کیا لائی
اگر باد صبا خاک در جاناں اڑا لائی
کہاں میں اور کہاں پر تو تیری کاکل کے پرچم کا
حیانے مار ڈالا تھا مجھکو شوخی نے کیا زندہ
وفد گریہ سے آیا ہے دل گھل گھل کے مژگاں پہ
ہولئے سرو میں قمری سے یہ کہتے سنا ہم نے
پڑا تھا شمس پہلے ہی نگاہ ناز کے پالے

ہوا اس گلبدن کی تو نہ اے باد صبا لائی
تو ہم سمجھیں گے یہ اکسیر لائی کیمیا لائی
سعادت مجھکو زیر سایہ بال ہما لائی
پیام زندگی یہ اور وہ پیغام قضا لائی
محبت میں یہ پہلی شاخ نہال مدعا لائی
کہ ان بالا بلندوں سے محبت ہو تو بلا لائی
مصیبت اور اس پر ان کی مستانہ ادا لائی

قوالی ساون

الہی اب کے ساون میں نئی یہ بات پیدا ہو
گھٹا ہو ابر ہو ساغر ہو مے ہو دور مینا ہو
الہی پھر شب وصلت میں کیا ہی لطف پیدا ہو
مزا ہے حشر میں پیش خدا ہم بھی پہنچ جائیں
وہ دیکھو مر گیا بیمار الفت اے مسیحا دم
قدم لینے کو حوریں خلد سے آئیں تو تعجب کیا

گلوں کی جا پہ ساغر ہوں بجائے شاخ مینا ہو
مزا ساقی ہو گلشن میں جو ہو سب کچھ مہیا ہو
گھٹائیں جھومتی ہوں اور کچھ بادل برستا ہو
کہ جبدم وہ ستمگر ظلم سے اپنے مکرتا ہو
یہی تو وقت تم ہے کہ ہی دوا اب چیز کیا ہو
دم آخر وہ بت بالیں پہ آئے دم نکلتا ہو

طبیبان سے علاج درد دل پوچھا تو یوں بولے
ہمیں بھی رنج ہے لیکن تو مر جائے تو اچھا ہو

پھر مثالِ قیس مجھکو دشت یاد آنے لگے
پھر گریباں تک مرے دستِ جنوں جانے لگے

پھر وہ شانے سے ہیں رُخ پر زلف سلجھانے لگے
پھر دلِ عشاق کو آفت میں الجھانے لگے

پھر وہ در پردہ دکھا کر چہرہ لینے برق سا
پھر دلِ بیتاب کو رہ رہ کے تڑپانے لگے

چھوٹتی کب ہے مرے عشقِ بتاں توبہ کرو
حضرت ناصح ہمیں کیا آپ سمجھانے لگے

صاف پرچہ ڈال کر خطِ بن دیا خط کا جواب
دیکھئے کس صاف پن سے ہمکو پرچانے لگے

رشک سے دل میں عدو کے درد سا اٹھنے لگا
بزم میں جب وہ مجھے پاس اپنے بٹھلانے لگے

دستِ رنگیں کو نہیں دریا میں دھونے کی غرض
آگ پانی میں لگا کر ہم کو دکھلانے لگے

جب طلاطم پر ہوا دریائے حسنِ رود بار
گیسوئے خمدار مثلِ قوس لہرانے لگے

جب سنی مشتاق سے تعریف اپنے حسن کی
اور بھی اڑتے ہوئے جوبن پہ اترانے لگے

غزل

دیکھئے دل میں کسی کی آرزو کب تک رہے
اور یوں ہم سے کوئی بیگانہ خو کب تک رہے

شوخیوں سے جب وہ قائم ایک جا رہتے نہیں
پھر تصور آہ اُن کا روبرو کب تک رہے

منہ میں بھر آتا ہے پانی شیخ نام حور پر
دیکھنا یہ ہے کہ اب تیرا وضو کب تک رہے

بھیجتے ہیں آج مرگِ ناگہانی کو پیام
تیرے وعدوں پر کوئی اے حیلہ جو کب تک رہے

موقع اظہار الفت دیں تو اے دل کچھ کہوں
دیکھئے یہ ابتدائے گفتگو کب تک رہے

بلبلِ نالاں بہت دلکش ہے بیشک حسنِ گل
آہ لیکن اختلاطِ رنگ و بو کب تک رہے

چھیڑتے ہیں خوب رُوؤں کو سنا ہے آپ بھی
دیکھئے محرم تیری آبرو کب تک رہے

قوالی

ہزاروں حسرتوں کو چھوڑ کر مشکل سے نکلے گی
اکیلی جان کیوں کر اس بھری محفل سے نکلیگی

کسی دن آہ لے مجنوں جو تیرے دل سے نکلے گی
تڑپ کر لیلیٰ محمل نشیں محمل سے نکلے گی

مچل جائے تو سر مشکل نہ مشکل کو سمجھ مشکل
اگرچہ شکل نکلے گی تو اس مشکل سے نکلے گی

شب وعدہ وہ کہتے ہیں کہ ہم بھی آج دیکھینگے
ہماری آرزو کیوں کر تمہارے دل سے نکلیگی

رہے گی انتظار یار میں جان کتنی پہروں
ہماری جان نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی

ہمارا دل پسے گا تم اگر پسواؤ گے مہندی
ہمارے خون کی رنگت تمہاری سِل سے نکلے گی

کہے گا ان سے کیا پیغام بر میں خود چلا جاؤں
یہی اک بات میری سعی بیجا صل سے نکلے گی

نکلنے میں نہیں آتی کسی کے وصل کی حسرت
یہ میری جان کیوں کر لیکے بھی دل سے نکلے گی

کرے گی ہمسری کیا شمع ان کے روئے روشن کا
بہت بے آبرو ہو کر بھری محفل سے نکلے گی

وضاحت واہ واہ لکھی ہے تمنے یہ غزل ایسی
جسے سنکر صدائے مرحبا محفل سے نکلے گی

غزل قوا

ہو گیا دل بت بے پیر کا خواہاں کیسا
پھنس گیا دام میں کافر کے مسلماں کیسا

ہمت دشت نوردی لُٹے کہتے ہیں کہ اب
قیس کہتا ہے بیاباں میں بیاباں کیسا

کیا عداوت دل عاشق کو ہے کہ کل آئے سے تیر زن
بل پھرا کرتی ہے یہ زلف پریشاں کیسا

دل کو اک لطف سنا آتا ہے بچانے کا دشمن
تمنے ناوک میں لگا رکھا ہے پیکاں کیسا

دل ہو باقی نہ ہو پہلو میں تو حسرت نہیں
قطع جب ہو گئی امید پھر ارماں کیسا

پھر بہار آئی ہوا پھر جوش جنوں کا مجھکو
قابل دید بنا چاک گریباں کیسا

اے وفا کچھ نہ ہوئی آپ کی تو تشریف ماں
ڈانٹنا تھا در و دیوار پہ درماں کیسا

غزل ممتاز بزبان پوربی

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی جو پیا کی ڈگریا بتا دیتی
میں نے راہ مدینے کی دیکھی نہیں مورے بیاں پکڑ کے بتا دیتی

مورے من میں اب تو جوگنیا بنوں اور ملکے بھبوت مدینے چلوں
سکھی ہند کی نگری میں کا ہے بسوں نہیں پریت تو چین ذرا دیتی

پیا سات سمندر پار بسے مورے پگ میں نہ چلنے کا زور رہیو
نہیں جاتی مدینے میں کوئی ہوا مو ہے ملک عرب میں اڑا دیتی

موری میکے میں عمر تو سکھ سے کٹی چلی پی کی نگریا تو سوچ پڑی
کوئی گوئیاں بھی ساتھ نہ آئی میرے موہے ریت وہاں کی بتادیتی
میں تو سونی سجریا پہ تڑپت ہوں پیا دیس عرب میں براجت ہیں
کبھی سپنے میں وہ دیتے جو درس کہاوہیں چرنوں پہ سیس نوادیتی
واکے دوارے پہ جاتے ہیں سکھیاں سبھی موری عرج کسی نے نہ اتنی کہی
کبھی اپنی جوگنیا کو لیتے بلا وہ روضے پہ جان گنوا دیتی
میں تو روت روت بوری بھئی پیا ڈھونڈت ہوں ملتا ہی نہیں
موری موت بھی آئی نہیں اے سکھی موہے ہجر کے غم سے چھڑادیتی
توری بیت کی دُکھیا تو میں ہی نہیں پڑا روت ہے ہجر میں وہ بھی یونہی
مجھے در پہ بلاتے جو شاہ عرب ممتاز کا دُکھڑا سنادیتی

نعت شریف

ہند والے انہیں مکی مدنی کہتے ہیں
خلد والے انہیں سرو چمنی کہتے ہیں
عرق گل سے پسینے میں فزوں تھی خوشبو
اسکو بوئے صفت گل بدنی کہتے ہیں
دیکھکر اپنے صحیفوں میں ترا اسم جمیل
انبیا رب سے اللہ و غنی کہتے ہیں
یاد احمد میں جو خوں رویا تو بولے انصار
میرے اشکوں کو عقیق یمنی کہتے ہیں
پوچھا حوروں نے حضور آپ کا دولتخانہ
ہنس کہ بولے ہمیں مکی مدنی کہتے ہیں
اک اشارے سے کیا چاند کا دل دو ٹکڑے
عاشق اس آن کو برچھی کی انی کہتے ہیں
چلے الفت گہ وہ اللہ سے ہر پہلو پر
میری امت کی نہ ہو دل شکنی کہتے ہیں
اے نکیریں نہ بچین کرو تم کہ مجھے
عاشق سید مکی مدنی کہتے ہیں
منزل غم میں تھکا بیٹھا ہوں محبوب سے دور
اس مصیبت کو غریب الوطنی کہتے ہیں
ایک تم ہو کہ ہے اللہ تمہارا مشتاق
ایک موسیٰ ہیں کہ رب ارنی کہتے ہیں

کیا ہی اکبر نے لکھی آپ کی یہ خوب غزل
اسی انداز کو شیریں سخنی کہتے ہیں

غزل امیر

یہ تو میں کیوں کر کہوں تیرے خریداروں میں ہوں
تو سراپا ناز ہے میں ناز برداروں میں ہوں

جان پر صدمہ جگر میں درد دل کا حال زار
گھر کا گھر بیمار کس کس کے پرستاروں میں ہوں

وہ کرشمے شانِ رحمت نے دکھائے روزِ حشر
چیخ اٹھا ہر بیگناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتادو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نو گرفتاروں میں ہوں

چھیڑ دیکھو میری میت پر جو آئے یوں کہا
تم وفاداروں میں ہو یا میں وفاداروں میں ہوں

بیگناہوں میں چلا زاہد جو اسکو ڈھونڈنے
مغفرت بولی ادھر آ میں گنہگاروں میں ہوں

خال کہتا ہے کہ کھا کر یار کا حسن ملیح
میں بھی اس سرکار کے ادنیٰ نمکخواروں میں ہوں

پھول میں پھولوں میں ہوں کانٹا ہوں کانٹوں میں امیر
یار میں یاروں میں ہوں عیار عیاروں میں ہوں

غزل اکبر

میری آنکھوں میں بسے جلوہ ہے علاؤ الدین صابر کا
میں دیوانہ ہوں مولانا علاؤ الدین صابر کا

گدا اس آستانے کا نہ چاہے تاج سلطانی
عجب [?] ہے مولانا علاؤ الدین صابر کا

چلو اے تشنہ کام جام وحدت [?] کلیر کو
ہے اُمڈا فیض کا دریا علاؤ الدین صابر کا

یہ نوبت آگئی جاتا ہے ایک عالم زیارت کو
بجا ہے ہند میں ڈنکا علاؤ الدین صابر کا

نہ کی یا آپ کی ثنا اور زمانے کو کھلاتے تھے
لقب اس وجہ سے پایا علاؤ الدین صابر کا

تمنا گلشن فردوس کی دنیا میں ہے جسکو
وہ آکر دیکھ لے روضہ علاؤ الدین صابر کا

ہوئی مسجد شہر اور دب گئے جو تھے وہاں حاضر
خدا کا قہر ہے جذبہ علاؤ الدین صابر کا

کوئی پوچھے کہ اکبر کسکا بردہ ہے تو کہہ دینا
علاؤ الدین صابر کا علاؤ الدین صابر کا

جنگلا

دکھا دے اپنا جمال ہم کو میں جاں بلب ہوں یہ ٹال کیا ہے
یہ خاکساروں سے رنج کیا ہے یہ بیکسوں سے ملال کیا ہے

لگا ہے جنجال میرے جی کو میں پیچ کھاتا ہوں مثل سنبل
یہ قید کرنے کو مرغ دل کے تمہاری زلفوں کا جال کیا ہے

تمہارے قدموں پہ دم جو نکلے یہی تمنا ہے غمزدوں کی
جو بادشاہوں سے وصل چاہے فقیر مسکیں مجال کیا ہے

اٹھا نہ در سے تو اپنے ہمکو کہ تیرا عاشق ہوں جاں سے گذرا
نہ چھوڑ دونگا میں تیرے در کو یہ تیرے دل میں خیال کیا ہے

اسی توقع میں عمر گذری کہ یار ہم سے تو آملے گا
نہ ہم نے جانا کہ وصل کیا ہے نہ ہم نے جانا وصال کیا ہے

تمہارے بسمل کا حال جانا فلک پہ زہرہ کا حال بگڑا
تو ہاتھ مل مل کے بولے صوفی یہ وجد کیا ہے یہ حال کیا ہے

یہ دل میں حسرت ہی لے چلے ہم زباں پہ اپنی یہ ہے شکایت
کبھی نہ پوچھا کہ تیرا رضا من ہماری فرقت میں حال کیا ہے

غزل

رضا

میں خود مرنے پہ تھا راضی قضا کے ہاتھ کیا آیا
جلا کر عشق نے مارا قضا کے ہاتھ کیا آیا

دیا تھا حسن خوباں کو تو قدرت نے رحم بھی دیتا
بنا کر سنگدل بت کو خدا کے ہاتھ کیا آیا

اٹھا کر خاک میری کو جو پھینکیگا کوئی جا بجا
میرے پہ ظلم یہ کر کے صبا کے ہاتھ کیا آیا

وہ کیا تھا خنجر مژگاں کہ دل کو چیر کر نکلا
تڑپتا رہ گیا میں دلربا کے ہاتھ کیا آیا

کہا موصوف مہندی کو تو لگ کے ہنستے پاؤں پہ
لبوں نے خوں پیا میرا حنا کے ہاتھ کیا آیا

غزل اکبر

بانکی ادا دکھا جا تیر و کمان والے
قربان ہوں میں تجھ پر او ترک شان والے

گر دل میں تو کہیں ہے او لامکان والے
پھر کیوں تلاش میں ہیں دو نو جہان والے

گر تو ہے چار سو میں پھر کیوں ہیں جستجو میں
ساتوں زمین والے سات آسمان والے

مسجد میں میکدہ میں کعبہ میں بتکدہ میں
ہر جا مکان تیرا او لامکان والے

جاتا کہاں ہے غافل اسکی ہے دور منزل
گمراہ ہیں ہزاروں یاں کاروان والے

اب گلبدن کی خاطر ڈالی میں بھیجتے ہیں
خوش رنگ پھول لادے او گلستان والے

مسجد میں دست بستہ پوچھا تھا راز تیرا
کانوں پہ ہاتھ رکھکر چپ ہیں اذان والے

عبرت کی جا ہے اکبر دیکھے سُنے ہیں اکثر
نیچے زمیں کے سوتے کون و مکان والے

قوالی

معراج میں حق نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں
محبوب سے کیا پروا میں کروں تو اور نہیں میں اور نہیں

میرے سامنے آ مجھے شکل دکھا نہیں وصل دوئی کا کیجو ذرا
کہ ہو آج وصال تیرا میرا تو اور نہیں میں اور نہیں

میرے نور سے پیدا ہے نور تیرا کہ ہے دو نو جہاں میں ظہور ترا
ہے شمس و قمر میں جلوہ ترا تو اور نہیں میں اور نہیں

دریا میں حباب ہو جیسے ملا اسیطرح نہیں ہی تو مجھ سے جُدا
میری ذات میں ہے تیری ذات فنا تو اور نہیں میں اور نہیں

میرا نام احد تیرا نام احمد نہیں رتبے کی ہے تیرے کچھ بھی حد
یہ میم کا پردا ہے کیا پردا تو اور نہیں میں اور نہیں

ہے تجھے خلق عظیم ہی میں نے دیا ہی تجھے اپنا حبیب بھی ہم نے کیا - مطلوب ہے تو طالب میں اسول ترا تو اور نہیں میں اور نہیں

جو ہے حکم تیرا وہ ہے حکم میرا میرے ذکر کے ساتھ ہے ذکر ترا
جو ہے تیری رضا وہی میری رضا تو اور نہیں میں اور نہیں

رکھو غوث کے کاندھے پہ جبکہ قدم لگے کہنے تب انسے یہ شاہ امم
میں ہوں نور خدا تو ہے نور میرا تو اور نہیں میں اور نہیں

کیوں کر نہ حقیر ہو اس پہ فدا ہے خالق عرض و سما نے کہا
میرے نام سے ہے تیرا نام ملا تو اور نہیں میں اور نہیں

غزل

حسینوں کا ہر اک عالم میں شہرہ ہو ہی جاتا ہے
تمہیں جو دیکھ پاتا ہے وہ شیدا ہو ہی جاتا ہی

نشے میں لے لیا بوسہ خطا کیا ہو گئی صاحب
چلو مل بیٹھ جانے دو کہ ایسا ہو ہی جاتا ہی

تیرے کمبخت اس دل کی عبث کیسی تی حالت ہے
کلیجہ ملتے ملتے درد پیدا ہو ہی جاتا ہے

خبر مرنے کی سنکر ہر گھڑی حیران ہوتے ہیں
جوانا مرگ مرنے کا اچنبا ہو ہی جاتا ہے

کبھی ہے درد سر ان کو کبھی مہندی کا حیلہ ہے
ہمارے گھر نہ آنے کا بہانہ ہو ہی جاتا ہے

بچا بھی ہو کہیں تیری نظر سے آجتک صغرا
سنا ہے رفتہ رفتہ دل نشانہ ہو ہی جاتا ہے

راگنی بہاگ

اگر یار نہ ساقی پیمانہ ہوا تو کیا
معمورہ شراب سے میخانہ ہوا تو کیا

ہم عشق کے بندے ہیں مذہب سے ناواقف
گر کعبہ ہوا تو کیا بتخانہ ہوا تو کیا

جب وہ نہ ہو دلمیں کیا عشق مزا دیوے
کہنے کو بھلا کوئی دیوانہ ہوا تو کیا

اس عشق کی آتش سے جلتے ہیں سبھی
گر شمع ہوئی تو کیا پروانہ ہوا تو کیا

معشوق کے کانوں میں ابتک نہیں پہنچا
یہ رشک میرا یار و روانہ ہوا تو کیا

جہانگیر سا شہزادہ تھا عشق سے وہ غافل
آباد ہوا تو کیا ویرانہ ہوا تو کیا

تال پہاڑی ۔ (ہر وقت گانے کی چیز)

ہم نے در پردہ تجھے ماہِ جبیں دیکھ لیا | عہ | گر نہ پردہ تجھے اور پردہ نشیں دیکھ لیا

ہم نظربازوں سے تو چھپ نہ سکا جانِ جہاں
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

نام مشہور ترا کون و مکاں میں پا کے
لامکاں کا تجھے کہتے ہیں مکیں دیکھ لیا

تیرے دیدار کی تھی ہم کو تمنا سو تجھے
لوگ دیکھیں گے وہاں ہم نے یہیں دیکھ لیا

عشق پہنچا ہے جہاں عقل نہ پہونچے گی وہاں
زیر سدرہ میں رہا اور نہیں دیکھ لیا

سمجھ سوا جو ہے سو وہ وہم گمان ہے ٹھیک
اب تو انصاف سے کہدیں کہ یہیں دیکھ لیا

سن کے حق بین کا مضمون غزل میں میرے
اہل تحقیق کہیں گے کہ کہیں دیکھ لیا

اس سے پوچھا کہ ہے توحید کا مضموں ساقی
جس نے احمدؐ کو احد کے ہی قریں دیکھ لیا

کانڑا

یہ کس مست کے آنے کی آرزو ہے
کہ ساقی لئے ساغر مشکبو ہے

سمایا ہے جب سے تو آنکھوں میں میرے
جدہر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

رہنا دوں میں کیا اپنا حال پریشان
عیاں زلف دلدار کی مو بمو ہے

چلو قبر فرہاد پہ فاتحہ کو
مگر آب شیریں سے لازم وضو ہے

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

گلستاں میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

کیا چاک وحشت نے ایسا گریباں
نہ سینے کے قابل نہ جائے رفو ہے

شفق بن کے گردوں سے ہوتا ہے ظاہر
یہ کس کشتۂ بے گناہ کا لہو ہے

رہی سایۂ پنج تن بادشاہ پر
خداوند عالم نگہبان تو ہے

تلنگ (شام کو پانچ بجے)

انسان نہیں وہ خاک ہے جسمیں کہ تو نہ ہو
وہ دل نہیں کہ جسمیں تیری آرزو نہو

محبوب کو تصور کامل ضرور ہو	اندھا ہے وہ کہ جس کے خدار و برو نہ ہو
ٹکڑے کیا ہے یار نے دل تیغ عشق سے	چاک وہ ہے جسکا کسی سے رفو نہ ہو
زاہد مزا تو جب ہے عذاب و ثواب کا	جب تک کہ سب کو چھوڑ کر دل ایکسو نہ ہو

ٹھمری

نئی آئی پرانی کو دور کرو رے

سونے کا گڑوا گنگا جل پانی - پی کے پلا کے تم دور کرو رے - نئی
چن چن کلیاں سیج بچھائیں - سو کے سلا کے تم دور کرو رے - نئی
سونے کی تھلیا میں بھوجن پروسا - کھا کے کھلا کے تم دور کرو رے - نئی
نئی آئی پرانی کو دور کرو رے

غزل

وہ ستم کرے میں ستم سہوں وہ جفا کرے میں وفا کروں
وہ ہنسا کرے تو میں چپ رہوں وہ کہا کرے میں سنا کروں
کبھی ہوں اشارے نگاہ کے کبھی دلفگار سے آہ کے
تیرے در پہ جا ئیں او فتنہ گر نہ یہ ہو سکے تو میں کیا کروں
کبھی باغ مجھ سے ہوا نہ تو کبھی داغ دل سے ملا نہ تو
اسی فکر میں رہا کینہ جو میں جفا کروں میں جفا کروں
کہا اس سے او بت بے خبر جو وفا نہیں تو جفا ہی کر
لگا کہنے میں نیر سے ساتھ میں نہ وفا کروں نہ جفا کروں
یہ مثل مشہور ہے بلا خطر کہ نکوئی کا ہے بدی ثمر[1]
کوئی مجھ سے جور و جفا کرے میں کسی سے مہر و فا کروں

---

[1] نیکی کا بدلہ برائی ہے +

وہ اٹھا میں تیغ ستم اگر تو جھکادوں سر کو قدم پہ آ

دم قتل افضل خستہ جان وہ ادا کریں یں قضا کروں

رامائن

چلے سیا رام لچھمن بن کو۔ فقیری کر دھارن تن کو۔

رام لچھمن بن کر چلے پڑا اور دہ میں شور۔ نر ناری بیاکل بھئے سو دھیر دھرے نہ کو

خوشی بھئی کیکئی کپٹن کر۔ چلے سیا رام:۔

آگے بیچ میں سیا سوہا۔ پیچھے لچھمن جان کو مل تن بھئی۔ جانکی شومن سندر پاؤں

بڑی تکلیف ہے سیا کو۔ چلے سیا رام لچھمن بن کو۔

دن تھوڑ اسا رہ گیا اور جانا ہمیں ضرور　　او ترائی لے لیجیو جو ہووے منظور

تم سنو ترنی کھیوت ہار۔ ہمیں جانا ہے پلے پار۔ چلے سیا رام لچھمن بن کر

داس تمہارا جوڑ کر کرتا ہے پرنام　　چودہ برس کے بعد پھر آن ملینگے رام

کوئی بھجلے رگھبیر کو۔ چلے سیا رام لچھمن بن کو۔

غزل

تمہاری خبر ہم نے غیر سے ملنے کی پائی ہے　　اسی باعث سے جھگڑا ہے یہی ساری لڑائی ہے

گمان ہے سارے عالم کو شفق پھولی بدخشاں میں　　لب نازک پہ سرخی پان کھانے کی جو آئی ہے

ہوئے بدنام لاکھوں میں ہزاروں گالیاں کھائیں　　تمہارے عشق میں پیارے بڑی ذلت اٹھائی ہے

میں مر جاؤں تو میری لاش کو لیجا کے یوں کہنا　　جسے تم کو ستا کرتے تھے اسی کی لاش آئی ہے

ہوئے ہیں وصل کی شب ہونٹ نیلے کیوں لیکر　　بہانہ شرم سے یہ ہے نئی مستی لگائی ہے

دادرا

بہتیرا سمجھایا ری لاکھن جار۔

جیا موری مانت ناہیں۔ سمجھ سمجھ سمجھا یاری۔ لاکھن جار۔

قوالی تال پشتو (۸ بجے رات)

پھر وہی بے باکیاں پہلے سی دکھلانے لگے
اور مجھے چھیڑ اتصور میں مرے آنے لگے

جب کہا کہ رات بھر پہلو میں غیروں کے رہے
نیچی نظریں ہو گئیں اور دل میں شرمانے لگے

پھر خیال یار دل میں چٹکیاں لینے لگا
پھر ہمارے دیدۂ تر اشک بھر لانے لگے

شب کا وہ اترا ہوا جوبن کھلے بند قبا
بیٹھے بیٹھے آئینہ دیکھا تو شرمانے لگے

اب کوئی دم میں ہوا جاتا ہے اپنا خاتمہ
پھر وہی انداز معشوقانہ دکھلانے لگے

آگئے جب گور غریباں میں وہ بہر فاتحہ
عاشق جانباز کی تربت کو ٹھکرانے لگے

غزل

نگاہ ناز قاتل پر پڑی کچھ ایسی بسمل پر
چھری رہ رہ کے چلتی ہے کبھی جاں پر کبھی دل پر

ادھر ہنستے رہے تم ٹھیکر غیروں کی صحبت میں
ادھر رویا کیے ہم بجلیاں غم کی گریں دل پر

مزہ ہو دونو جانب سے یونہی چلتی رہیں چوٹیں
نگہ قاتل کی بسمل پر پڑے بسمل کی قاتل پر

ذرہ تو دیکھ لے مجنوں تیرے ہی دل میں لیلےٰ ہے
یہ للچائی نگاہیں کس لئے پڑتی ہیں محمل پر

بگڑنا گالیاں دینا سوال وصل پر کیسا
تمہیں سوچو کوئی اتنا خفا ہوتا ہے سائل پر

نہ ٹھکرا تربتوں کو چین سے سونے دے او ظالم
تھکے ہارے مسافر پڑ رہے ہیں آکے منزل پر

پلادے شربت دیدار مجھکو اے یم خوبی
کوئی پیاسا نہیں رہتا سنا ہے آکے ساحل پر

تماشہ آج مقتل میں ہے کیا شوق شہادت کا
شہید ناز بوسہ دے رہا ہے پائے قاتل پر

خفا کیا ہی جری واپس جبیں سے دل کو مانگا تھا
بکھری محفل میں لاکھوں کو سنے جو پڑ گئے دل پر

خیال تیغ ابروسے دو دم یوں دل میں آتا ہے
چھری رہ رہ کے جیسے چل رہی ہو مرغ بسمل پر

کسی کی بھولی باتوں پر مٹا جاتا ہے اے ہمدم
ہنسی آتی ہے رہ رہ کر ہمیں اس مرد غافل پر

غزل

وصل میں بھی جانے قسمت سے نہ تنہائی ہوئی
غیر خلوت میں نہیں تو شرم بے آئی ہوئی

تو ہی پردہ سے نکل کر دیکھ اے پردہ نشیں
تیرے سودائی کی ایک خلقت تماشائی ہوئی

حال کیوں غیروں پہ کھلتا یار کیوں ہوتا خفا
چشم تر کا ہو برا جس سے یہ رسوائی ہوئی

تو اگر آجائے ساقی پھر تو ہو دونی بہار
چار سو گلشن میں ہے کالی گھٹا چھائی ہوئی

اٹھ رہے ہیں ہر طرف شعلے جلا جاتا ہوں میں
ہائے کس کی آگ ہے یہ دل میں بھڑکائی ہوئی

تم بھی آجاؤ اگر اس دم تو مشکل سہل ہے
جان لینے کو ہے میری موت بھی آئی ہوئی

کنگھی چوٹی کر کے وہ پر کالہ آتش بنا
جان پریاں بن گئی وہ آن حسن آرائی ہوئی

میری تربت پر ہے میلہ آپ بھی تشریف لائیں
دیکھئے تو حسرتوں کی بھیڑ ہے آئی ہوئی

وصل کی شب ہو چکی پھر بھیڑ ہے کس بات کی
اب ملاتے کیوں نہیں تم آنکھ شرمائی ہوئی

چوم لیتا ہوں میں خنجر جب وہ فرماتے ہیں یہ
موت ہمدم آپ کو مقتل میں ہے لائی ہوئی

مختار جان (غزل) از آگرہ

بتو شانوں سے زلفوں کا بنانا کس سے سیکھا ہے۔
یہ دونوں ہاتھ میں کالے کھلانا کس سے سیکھا ہے

مرے مہماں ترے قربان ذرا اتنا تو بتلا دے
ادائے چشم کے پردے میں آنا کس سے سیکھا ہے

یہ عادت چھوڑ دے ظالم جفائیں مار ڈالیں گی
میری جاں غیر کے گھر آنا جانا کس سے سیکھا ہے۔

نشان قبر کو ٹھوکر سے کیوں پامال کرتے ہو
ہمارا نقش ہستی کو مٹانا کس سے سیکھا ہے

ہمارے سامنے غیروں کے پاس آنا ہے اور جانا۔
اشارہ اس طرح کی باتیں بنانا کس سے سیکھا ہے

نعتیہ قوالی

قدموں پہ مصطفےٰ کے میرا اگر مزار ہوتا — وہ خاک پاک ہوتی میں خاکسار ہوتا

قدموں پہ تیرے گرتا گلیوں میں تیری پھرتا — گہ جاں نثار ہوتی گہ اشکبار ہوتا

مولا مرے مجھے تم روضہ پہ گر بلاتے — کیوں زار زار روتا کیوں بیقرار ہوتا

غفار بخشدیتا اگر تم اشارہ کرتے — میرا جہاز عصیاں طوفاں سے پار ہوتا

مولا مری خبر لو گمراہ ہو چکا ہوں — کچھ اپنی زندگی کا نہیں اعتبار ہوتا

یہ بھلا ہوا کہ تم نے مجھے بخشوایا ورنہ — میری برائیوں کا کیوں کر شمار ہوتا

ہے جان بلب یہ اکبر تیرے در سے دور ہو کر — تیرا مزار ہوتا یہ جان نثار ہوتا

نعتیہ قوالی

غور سے دیکھا عجب جلوہ نظر آیا مجھے — دل کے اندر یار کا جلوہ نظر آیا مجھے

ایک جہاں دیکھا جو سرگشتہ نظر آیا مجھے — عالم حیرت تیرا کوچہ نظر آیا مجھے

حج کعبہ بن گیا اور سیر بتخانہ بھی کی — دونو میں بس ایک ہی اللہ نظر آیا مجھے

زندگانی چھوڑ کر آزاد رہتے ہیں شہید — جسکو مردہ کہتے ہیں زندہ نظر آیا مجھے

غزل

کہتے ہیں جسکو حور وہ انساں تمہیں تو ہو — جاتی ہے جسپہ جان میری جاں تمہیں تو ہو

مطلب کی لکھ رہے ہیں وہ دانا ہمیں تو ہیں — مطلب کی پوچھتے ہو وہ ناداں تمہیں تو ہو

آتا ہے بعد ظلم تمہیں کو تو رحم بھی — اپنے کئے سے دل میں پریشاں تمہیں تو ہو

پچھتاؤ گے بہت میرے دل کو اجاڑ کر — اس دل میں کون ہے میرے مہماں تمہیں تو ہو

ایک روز رنگ لائیگی یہ مہربانیاں — ہم جانتے ہیں جان کے خواہاں تمہیں تو ہو

دلدار دلفریب دل آزار و دلستاں — لاکھوں میں ہم کہیں گے کہ ہاں ہاں تمہیں تو ہو

کرتے ہو داغ دور سے بتخانہ کو سلام — اپنی طرح کے ایک مسلماں تمہیں تو ہو

غزل

ہے اعلیٰ سب پیمبر سے پیمبر ہو تو ایسا ہو
فزوں رتبہ ہو ہر سرور سے سرور ہو تو ایسا ہو

شب معراج چمن آیا خدا کو بھی نہ بے دیکھے
حسینوں بات حق یہ ہے کہ دلبر ہو تو ایسا ہو

جہاں میں نور اُسکا شمع کے مانند روشن ہے
یہ ظاہر ہے عجائب میں جو مظہر ہو تو ایسا ہو

پھنسی ہے عمر کی کشتی میری طوفان عصیاں میں
میں نکلوں بحر غم سے یا پیمبر ہو تو ایسا ہو

مثال بوئے گل اڑتا پھرے ہمراہ صرصر کے
کسی کے غم میں اے دل کوئی لاغر ہو تو ایسا ہو

قوالی

ملاتے ہو اسی کو خاک میں جو دل سے ملتا ہے
مری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

کہیں ہے عید کی شادی کہیں ماتم ہے مقتل میں
کوئی قاتل سے ملتا ہے کوئی بسمل سے ملتا ہے

بھرے ہیں تجھ میں وہ لاکھوں ہنر اے مجمع خوبی
ملاقاتی ترا گویا بھری محفل سے ملتا ہے

مثال گنج قاروں اہل حاجت سے نہیں چھپتا
جو ہوتا ہے سخی خود ڈھونڈ کر سائل سے ملتا ہے

جواب اس بات کا کیا شوخ گر دے سکے کوئی
جو دل لیکر کہے کمبخت تو کس دل سے ملتا ہے

مجھے آتا ہے کیا کیا رشک وقت ذبح اس سے بھی
گلا جس دم لپٹ کر خنجر قاتل سے ملتا ہے

چھپائے سے کہیں چھپتی ہے اپنے دل کی بیتابی
کہ ہر تار نفس اپنا رگ بسمل سے ملتا ہے

عدم کی جو حقیقت ہے وہ پوچھے اہل ہستی سے
مسافر کو تو منزل کا پتہ مشکل سے ملتا ہے

غضب ہے داغ کے دل سے تمہارا دل نہیں ملتا
تمہارا چاند سا چہرہ مہ کامل سے ملتا ہے

قوالی

نگاہ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

کبھی تو کھینچ لائیگی انہیں گور غریباں پر
کہ مدت سے ہماری خاک دامن گیر پھرتی ہے

تمہاری دھار کا منہ ہم سے پھر جائے تو پھر جائے
ہماری آنکھ کب قاتل تہ شمشیر پھرتی ہے

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

میں اُس لیلی کا دیوانہ ہوں یہ دل جو کہ صحرا میں
بغل میں اپنے مجنوں کی لئے تصویر پھرتی ہے
تیرا دیوانہ جب سے اُڑ گیا صحرا میں اے عشق
بگولے کی طرح سے ڈھونڈتی زنجیر پھرتی ہے

دیگر

کبھی دن ہیں عالیلو کسی کے قلب مضطر سے
جوانی آ نہیں سکتی میرے جاں پھر نئے سر سے
یہ کہدو ابر باراں سے اگر برسے تو کیا برسے
کہ جیسے مینہ برستا ہے ہمارے دیدۂ تر سے
ملا ہوگا کسی کو باوفا کوئی مقدر سے
ہوا ہوگا کسی کو وصل ہم تو عمر بھر ترسے
ابھی کس ہو یہ حسرت تمہیں پھولوں کے زیور سے
ابھی نام خدا سہرا بندھے گا آپ کے سر سے

غزل قوالی

چکھا دے چاشنی للہ شربت دیدار تھوڑی سی
دم آخر تو کر لے خاطر بیمار تھوڑی سی
اگر فرصت ملی ہو غیر کے باتوں کو سننے سے
ہماری عرض بھی سن لیجیے سرکار تھوڑی سی
ٹھہر جا اے اجل اوران کو دم بھر دیکھ لینے دے
ابھی باقی ہے مجھکو حسرت دیدار تھوڑی سی
کبھی تو وصل کی نسبت کبھی تو ہے کی خواہش ہے
ہمیشہ ہم سے اُن سے رہتی ہے تکرار تھوڑی سی
تمنا تھی کہ جیتے جی بنا لیتا میں قبر اپنی
اگر ملتی زمین کوچہ دلدار تھوڑی سی
در خیبر اُکھاڑا قوت دست مبارک سے
یہ ہے اشرف ثنائے حیدر کرار تھوڑی سی

سوہنی

نازو انداز جب آیا تو حیا بھی آئی
روح قالب میں جب آئی تو صبا بھی آئی
شیشۂ دل کو مرے آپنے توڑا صاحب
یہ تو فرمائیے کانوں میں صدا بھی آئی
ہائے کیسوقت ہوئی میری تمنا حاصل
پاس پہلو میں جو تم آئے تو قضا بھی آئی

دیگر

قفس میں باغباں کیوں بند کرتا ہے زباں میری
گل و بلبل سنا کرتے ہیں اکثر داستاں میری
فسانہ وہ کہیں اپنا نہیں کچھ داستاں میری
مزہ لوٹیں محبت کا دہن اُن کا زباں میری

اشارہ کرتے ہیں میری جانب پلک جھپکا کر
سرِ محفل کہیں گی تیرے دل میں برچھیاں میری

نصیبِ غیر کو پانا مقدر اسکو کہتے ہیں
تیرے در پر میرا سر ہو یہ قسمت ہے کہاں میری

دیگر

الٰہی کیا کریں ضبطِ محبّت ہم تو مرتے ہیں
کہ نالے تیر بن بن کر کلیجے میں اترتے ہیں

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیرے مرتے ہیں
کہ ناکام محبّت سچ تو یوں بے کام کرتے ہیں

کہیں کیا ہم پہ جو حد سے گزرتے ہیں گزرتے ہیں
لگایا جس گھڑی گاو دل گھڑی بدنام کرتے ہیں

غزل قوالی

نگاہِ یار بدمستی میں بھی ہوشیار کیسی ہے
بیر لوں چھین لینے کے لیے تیار کیسی ہے

قضا بھی جان دیتی ہے ادائیں دیکھ کر اسکی
شہادت رنگ لانے کے لیے تیار کیسی ہے

جگر میں کھُب گئی پہلو میں اُتری دل میں جا بیٹھی
غضب کی چلبلی چنچل نگاہِ یار کیسی ہے

ادا سے پوچھتے ہیں وہ گلے پر پھیر کر خنجر
بتا دے او شہیدِ ناز اسمیں دھار کیسی ہے

قوالی دیگر

خدا نے وصف کچھ ایسا ہمارے دل میں رکھا ہے
کہ جیسے یار کا نقشہ ہمارے دل میں رکھا ہے

تڑپ کر نیم بسمل نے کہا یوں اپنے قاتل سے
بتاؤ اور کیا ارماں تمہارے دل میں رکھا ہے

ستم کرنا ستانا ظلم کرنا کام ہے ایسے
خبر اسکی کیوں کسکا دل [illegible] ہے

اڑانا دام میں لانا عجب ہے کنجِ گلشن میں
خدا نے بلبلوں کا دل [illegible] ہے

قوالی پہاڑی

گھر سے جب باہر ہوئے خلقت تماشائی ہوئی
تیری شہرت اور ستمگر میری رسوائی ہوئی

چھیڑ جوبن کر رہا ہے آج وصل یار میں
شرم بیٹھی ہے بچاری دور شرمائی ہوئی

دل ہی دل میں لے رہا ہے چٹکیاں درد جگر
پڑھتے پڑھتے تیرا نام کی خوب رسوائی ہوئی

بوسہ لے کے رُخ ڈالی غیر کی تصویر میں
کیا تیا اعجاز ہے اچھی مسیحائی ہوئی

غزل

دل کے اندر یار کا جلوہ نظر آیا مجھے
غور سے دیکھا عجب نقشہ نظر آیا مجھے

ایک دل حیران سرگشتہ نظر آیا مجھے
عالمِ حیرت میں اکو چپ نظر آیا مجھے

حج کعبہ ہو گیا اور سیر بتخانہ بھی کی
دو نو میں بس ایک ہی اللہ نظر آیا مجھے

بند کیں آنکھیں تو پتلی بن گئے وہ پردہ نشیں
آنکھ کے پردے میں در پردہ نظر آیا مجھے

بھجن

یا پرتھی میں ہر نے سادھو - کیسو کھیل مچایو رے

جان ڈال کر دیہ بنائی دل کا بھید نہ پایو رے - یا پرتھی میں

دنیا ہم میں ہم دنیا میں آپ میں آپ سمایو رے - یا پرتھی میں

گنگا جمنا درشن کینو - ماتھے تلک لگایو رے - یا پرتھی میں

سنسار دنیا بھرت باوری ہر کا بھید نہ پایو رے - یا پرتھی میں ہر نے سادھو کیسو -

قوالی

خوش بدیدم صوفیاں را صحبت خمار مست
عاشقاں با صدق ماندہ وعدۂ دیدار مست

ہر کرا در باغ دیدم مست بود و بیخبر
زاغ مست و باغ مست و غنچہ و گلزار مست

محتسب را مست دیدم درمیانِ مے کدہ
ملک مست و خلق مست و کوچہ و بازار مست

بادشاہاں حال مست و ما غریباں حال مست
خوبرویاں ناز مست و طرۂ طرار مست

غزل

جہاں دیکھو حسینوں کو محبت آ ہی جاتی ہے
لپٹنے سے میرے دل کو بھی حسرت آ ہی جاتی ہے

خرامِ ناز سے کس دن بپا محشر نہیں ہوتا
تیری شوخی سے او ظالم قیامت آ ہی جاتی ہے

محبت اسکو کہتے ہیں جو میں سر کو جھکاتا ہوں
تو دل میں میرے قاتل کے مروت آ ہی جاتی ہے

مجھے منظور ہے خود دل نہ آئے ایسے ظالم پر
مگر ہاں بھولی صورت پر طبیعت آ ہی جاتی ہے

قوالی

عاشق کو کبھی رنج سے فرصت نہیں ہوتی
گر میرے تمہارے میں محبت نہیں ہوتی

ہے اپنے مقدر میں لکھی ذلت و خواری
عاشق کی جہاں میں کبھی عزت نہیں ہوتی

کیوں پاس میرے تم نہیں آتے ہو کسی وقت
کیا تجھکو کبھی غیروں سے فرصت نہیں ہوتی

ہر وقت لگا رہتا ہے بس دھیان تمہارا
اس غم سے کسی حال فراغت نہیں ہوتی

غزل

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی
وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے [illegible] ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کہیں جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

کجری

جیناں تمرے لے کار نوار اک دن چلی تلوار — اے جیناں تمرے کار نوار - اک دن چلی تلوار بیٹھی سے لڑیں بالک سے بن لڑیں - مزا کریں کو توال رسے جیناں - مرے کار نوار - اک دن چلی تلوار —

غزل

مرادیں دل کی بر آئیں تمہارا حوصلہ نکلے
کوئی اہل وفا ڈھونڈو اگر ہم بے وفا نکلے

نگوڑی کھینچ کر لائی تڑپ کر دل کی بیتابی
نہیں اسمیں خطا ظالم جو ہم بھولے سے آ نکلے

میں بیتابی سے دلکی ٹھوکریں کھاتا ہوں گلیوں میں
کہ شاید یار کے کوچے کا کوئی راستہ نکلے

عزیز الدین کہتے ہیں ہمیں کیوں پیار کرتے ہو | اگر چاہو کہ دل سے دل لگانے کا مزا نکلے

قوالی

ہر دم فراق جاناں دل کو ستا رہا ہے | گھٹ گھٹ کے دم لبوں پر میرے جو آرہا ہے
یہ بھی کوئی ادا ہے ہر دم جو تو خفا ہے | بیوجہ کیوں اے ظالم مجھکو ستا رہا ہے
دل لے چکے ہو جاناں اب دل کے ہو جو خواہاں | اس کے سوا ہمارے اب پاس کیا رہا ہے
بیرحم رحم تجھکو آتا نہیں کسی کا | چھپ چھپ کے تیر زخمی دل پہ لگا رہا ہے
گر دل پہ قابو ہوتا پھر حال کیوں یہ ہوتا | وحشی بنا کے مجھکو در در پھرا رہا ہے
مطلب کا ہے زمانہ کوئی نہیں کسی کا | ہر دم مجھے رفاقت یہ دل دکھا رہا ہے

قوالی

کبھی بن سنور کے جو آگئے تو بہار حسن دکھا گئے
میرے دل کو داغ لگا گئے یہ نیا شگوفہ کھلا گئے
یہ دعا تھی دل کی نہ آئے دل کوئی بیوفا نہ لگائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے
بندھے کیوں نہ آنسوؤں کی جھڑی کہ محبت اپنے گلے پڑی
وہ جو کاکلیں تھی جو عنبریں وہ بلا کے پیچ میں آگئے

غزل دیگر

پس مردن بنائے جائینگے ساغر میری گل کے
لب جاں بخش کے بوسے ملیں گے خاک میں مل کے
کبھی اٹھا کبھی بیٹھا کبھی لوٹا کبھی جھٹکا
بدلنے کے لئے یہ پہلو مری سینا بی دل کے
پس مردن غبار اٹھ کر در جانانہ جا پہنچا | قدم بوسی ہمیں حاصل ہوئی ہے خاک میں مل کے

ایضاً

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا
جو تمہاری طرح کوئی تم سے جھوٹے وعدے کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا
تیرے وعدہ پر ستم گر ابھی اور صبر کرتے
ہمیں اپنی زندگی کا اگر اعتبار ہوتا
یہ مزا تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا
مجھے مانتے سب ایسا کہ عدو بھی سجدہ کرتے
در یار کعبہ بنتا جو میرا مزار ہوتا

نعتیہ

رقم کب ہو صفت تیری معین الدین اجمیری
وہ عالی شان ہے تیری معین الدین اجمیری
تیرے دربار جو آئے مرادیں دل کی وہ پائے
سخی سرکار ہے تیری معین الدین اجمیری
تیرے دریائے رحمت میں سفینہ کیوں مرا اٹکے
تو کشتی پار کر میری معین الدین اجمیری
زمین و آسماں تیرا مکیں و لامکاں تیرا
فلک پر دھوم ہے تیری معین الدین اجمیری
علاؤ الدین نظام الدین فرید الدین قطب الدین
یہ شانِ پنجتن تیری معین الدین اجمیری

بھجن

دیکھو ری ایک بالا جوگی دوارے ہمارے آیو رہے ری۔ آسن مارے آنگن بیچ بیٹھا وہ تو موہن مانگ بھراوے ہے ری۔
بھکشا دیتی ناہیں لیتا وہ تو بارہ برس کا مانگے جوبنوا۔ دیکھو ری اک بالا جوگی دوارے ہمارے آیو ہے ری۔

کجری

کل پر کھڑی رہی کل گوریا سر پر لئے گگریا نا۔
دھانی چندریا۔ بانکی اوڑھنیا۔ بھولی صورتیا نا۔
کل پر کھڑی رہی کل گوریا۔ سر پر لئے گگریا نا۔

غزل

مہر کی ہم پر نظر رشکِ قمر ہوتی نہیں
کیوں تجھے الفت ہماری سیمبر ہوتی نہیں

کس بلا کی ہے محبت جوش زن ہوتی نہیں
ہجر کی شب کیا قیامت ہے سحر ہوتی نہیں

آنکھوں آنکھوں میں ستم کرنیکا کیا اندھیر ہے
طاق میں اڑتے ہیں دل اور یاں خبر ہوتی نہیں

دردمندی چاہیے اے بانی ظلم و ستم
کیوں تیری ظالم نظر انصاف پہ ہوتی نہیں

اے بت کافر جفائیں ہم تیری کب تک سہیں
دربدر ہیں مدتوں سے پر گذر ہوتی نہیں

عشق بھی کیا روگ ہے گویا مرض ہے لاعلاج
لاکھ ہو اسکی دوا پر کارگر ہوتی نہیں

نس پھر کیسے پڑھائیں ان بتوں سے اک نظیر
تم کھچے جاتے ہو اور انکو خبر ہوتی نہیں

قوالی

اے جانِ غمِ دشمن ہیں شوریدہ سری کیوں ہے
ہیں تو ہوں ابھی زندہ یہ جامہ دری[1] کیوں ہے

آنکھوں کے دکھلانے سے ظالم تجھے کیا حاصل
یونہی تیرا بندہ ہوں جادو نظری کیوں ہے

جب ہم نے سیا دامن وحشت نے کہا تھم تھم
میں آدمی ہوں قانع یہ بخیہ گری کیوں ہے

قوالی

تیرے عاشق تیرے کوچے سے اے قاتل اگر جاتے
بپا ہوتی قیامت تن سے لاکھوں سر اتر جاتے

شب وعدہ نہ آئے وہ تو کیا جا گیر گریباں[2] جاتی
زیادہ سے زیادہ بس یہی ہوتا کہ مر جاتے

محبت کے مزے آتے جو ان سے صبح ہر جاتی
کبھی وہ اپنے گھر آتے کبھی ہم ان کے گھر جاتے

جفائیں اور ستم تیرے نہ سہتے او بت کافر
قضا ہوتی جو اپنے ہاتھ میں دم بھر میں جاتے

نعتیہ غزل

تیری ذات پاک ہے اے خدا تیری شان جل جلالہ
ترا نام عادل و کبریا تیری شان جل جلالہ

---

[1] جامہ دری (معنے) کپڑے پھاڑنے - [2] چاک رفو کرنا -

ہے چمن میں تو ہی تو رنگ بُو ہے زباں پہ طوطی سکے تو ہی تو
پڑھے کیوں نہ بُلبُل خوش نوا تیری شان جل جلالہٗ

یہ زمیں بنے وہ فلک بنے یہ بشر بنے وہ ملک بنے
تیرے دم پہ کل کا ظہور ہے تیری شان جلّ جلالہٗ

کوئی شاہ کوئی امیر ہے کوئی بے نوا ہے فقیر ہے
جسے چاہا جیسا بنا دیا تیری شان جلّ جلالہٗ

(گوہر جان کلکتہ)

جب سے ہے آنکھ تجھ سے ستمگر لگی ہوئی — اِک پھانس سی جگر میں ہے دلبر لگی ہوئی

جب سے ہُوا ہے مجھکو تیرا عشق ماہرو — اِک آگ سی جگر کے ہے اندر لگی ہوئی

جاتی نہیں یہ جان نہ آتی ہے مجھکو کل — کیسی یہ چوٹ ہے مرے دل پر لگی ہوئی

بے لاگ کسقدر رہے ہے تیری تیغ تیز رو — آگے سے ہے یہ بال برابر لگی ہوئی

پوشیدہ گر کرے کوئی چاہت یہ کیا مجال — چھپتی نہیں یہ آگ کسی پر لگی ہوئی

جب سے ہُوا ہے مجھکو تیرا انتظار یار — رہتی ہے میری آنکھ سوئے در لگی ہوئی

شاید کہ یار بھولے سے آ نکلے ہی یہاں — ہچکی اسی سبب سے ہے گوہر لگی ہوئی

دادرا

اگیا لاگی سندر بن جل گیو رے

بھڑک کے عشق کے سارے بدن میں آگ لگی — جو شعلہ آہ کا نکلا تو تن میں آگ لگی

مری تو جان و جگر اور من میں آگ لگی — تیرے تو آتشیں رُخ سے چمن میں آگ لگی

یہ رو رو کہتی تھی بلبل چمن میں آگ لگی
اگیا لاگی سندر بن جل گیو رے

کیا علاج اطبا نے نارسائی سے — نہ آخر ش ہوئی صحت کسی دوائی سے

یہ رنگ جسم کا ہے تیری آشنائی سے
جلی ہے لاش میری آتشِ جدائی سے
مدد کو پہنچو صنم اب کفن میں آگ لگی
(اگیا لاگی سندر بن جل گیو رے)

طلب ہے نامِ خدا ہم کو اک صنم ایسا
کہ جسکو دیکھ کے ہوتا ہے اک جہاں شیدا
بیان کیا کروں اس گل کی بھولی باتوں کا
شفق کو دیکھ کے کہتا ہے نوجواں ہیرا
عجب تماشہ ہے چرخ کہن میں آگ لگی
(اگیا لاگی سندر بن جل گیو رے)

دیگر

حور غلماں چاہیئے نہ باغِ رضواں چاہیئے
عاشقانِ نیم جاں کو کوئے جاناں چاہیئے
سیر کی خاطر کسیکو باغ رضواں چاہیئے
میں ہوں دیوانہ مجھے سیرِ بیاباں چاہیئے
ناخدا کی التجا کی کچھ نہیں حاجت مجھے
اپنی کشتی کو مقدر کا نگہباں چاہیئے
دل کے آئینہ میں اپنے روئے دلبر دیکھیئے
ان کو خلوت میں بٹھا کر میہماں کو چاہیئے
پاس غیروں کے خوشی سے چل رہا ہے جام مے
کیا خوشی مجمع جمع ہے ان کے در پہ چاہیئے

قوالی

یہ مانا ہم نے بیمار محبت کی دوا تم ہو
نہ آئے کام جب اپنے تو درد لا دوا تم ہو
وفا کے ہم ہیں خوگر بانی جور و جفا تم ہو
نبھے گی کسطرح ہم باوفا پن بیوفا تم ہو
جفا جو بیمروت بیوفا نا آشنا تم ہو
مگر اتنی برائی پر بھی کتنے خوش نما تم ہو
ہمیں یہ رشک بھی منظور ہے تم غیر کو چاہو
بلا سے درد الفت کے تو لذت آشنا تم ہو
خدا کو بھی پسند آتا نہیں ناز و غرور اتنا
نہ بولو گے کسی سے تم تو کیا کوئی خدا تم ہو
بھروسا غیر کو کیا ہو تمہاری آشنائی کا
یہی طرز وفائی ہے تو کس کے آشنا تم ہو

دیگر

جلوہ جاناں سے روشن دل کا خلوت خانہ تھا
شمع تھا حُسن پر یرو یہ جنوں پروانہ تھا

بیٹھے بیٹھے حکم دے بیٹھے وہ قتل عام پر
جب کہا یہ کیا تو بولے ناز معشوقانہ تھا

پھول بھی تھے پھل بھی تھے اس سرزمین گیا نہ تھا
آج ہے ویران کبھی آباد جو ویرانہ تھا

حسن مطلق کا اجل کے دن سے میں دیوانہ تھا
لامکاں کہتے ہیں جسکو وہ میرا کاشانہ تھا

دیر کی توقیر کیوں کرتا ہے اے شیخ حرم
آج کعبہ بن گیا کل تک بھی جو بتخانہ تھا

(اندر سبھا مداری لال۔ امانت)

لالہ مداری لال تم مرگھٹ کے کوتے ہو
عورت کے جوتی خور ہے اور رنڈی کے بجھڑو ہو

(سبز پری)

معمور ہوں شوخی و شرارت سے بھری ہوں
دھانی میری پوشاک تو میں سبز پری ہوں

کیا اصل ہے سبزی کی میرے حسن کے آگے
فیروزے سے خوشرنگ زمرد سے کھری ہوں

لے لیتی ہوں دل آنکھ ملا کر فرشتوں سے
انسان تو ہیلا چیز کیا جس سے ڈری ہوں

زندہ نہ مجھکو چھوڑیگا سن لیگا جو رب
شہزادۂ گلفام کی صورت پہ مری ہوں

غزل

میرے دل کی دور نگی پہ کسی کا راز پنہاں تھا
کسی میں کفر تھا واعظ کسی میں نور ایماں تھا

سر گور غریباں جمع سب عشرت کا ساماں تھا
کسی تربت میں حسرت تھی کسی مدفن میں ارماں تھا

نہ کھولی آنکھ وقت نزع بیمار محبت نے
کسی کا پردہ رکھتا تھا کوئی آنکھوں میں پنہاں تھا

میرا سینہ جو دیکھا چیر کر بعد مرگ قاتل نے
کسی گوشہ میں خنجر تھا کسی پہلو میں پیکاں تھا

پس مردن بھی یاد ٹیس سی اک رہ گئی دل میں
وہ کہتے تھے کہ پیکاں تھا میں کہتا تھا کہ ارماں تھا

نہ سوئے اسے بُتو تنہا کبھی ہم کنج مرقد میں | جو اس پہلو میں حسرت تھی تو اس پہلو میں ارماں تھا

حقانی قوالی

سلے ترک سوار نواح عرب احمد نگری بتلا دینا
کس رنگ میں ہے وجیب میرا مجھے واکی خبر پلا دینا
ہے رات اندھیری موج کٹھن دریا میں بھنور لہراوت ہے
تم ہی کھیوٹ ہو پیارے محمد موری نیا کو پار لگا دینا

دیگر

اس عشق نے یارو مجھے دنیا سے اٹھایا دیوانہ بنا کے
زلفوں میں پریرو کے گرفتار کرایا پھر شانہ بنا کے
یہ دختر رز لگتی ہے ہر ایک کے منہ سے افسوس ہے ساقی
کیا نام رہا تیرا یہ کیا تو نے پلایا دیوانہ بنا کے

خونِ ناحق

غیر بھی میری طرح کرتے ہیں آہیں کیوں کر
ہم بھی دیکھیں کہ پلٹتی ہیں نگاہیں کیوں کر
نہ دلاسا نہ تشفی نہ تسلی نہ وفا
دوستی اس بت بدخو سے بنیاہیں کیونکر

پورن بھگت

زر و مال تو ہے بہت مگر نہ مجھے زندگی کا مزا نہیں
بھلا جی کو چین ہو کس طرح کوئی اپنا زندہ رہا نہیں
نہ تو زندہ باپ پیارا ہے نہ تو ماں کا مجھکو سہارا ہے
نہ تو بھائی کوئی نہ ہے بہن کروں کس طرح میں بقا نہیں

نہ تو شادی میں نے ہنوز کی نہ جگہ کسی کو بھی دل میں دی -
نہ تو چین سے رہے اک گھڑی کوئی مجھ سا غم سے بھرا نہیں -

(میٹھی چھری)

وہ پریزاد منانے سے خفا ہوتا ہے
لاکھ تم جبر کرو دل پہ تو کیا ہوتا ہے
دل کو توڑ کے دکھ سے عارضہ کیا ہوتا ہے

گر سلیمان بھی یاں آئیں تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے
بگڑی بن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے

قوالی

رخ نور جلوہ مصطفےٰ وہ خدا کا نور جمال تھا
جو تمام خلق میں ہے عیاں یہ کمال اُن میں کمال تھا

گئی پیاس حلق کی میرے بجھ دم ذبح لے بہت ناز نیں
تری آب تیغ کا اے صنم کہوں کیا یہ آب زلال تھا

نہ تو زور مجھ میں کہ دوں تجھے تو اسیر ہے میں فقیر ہوں
دل و جان تھا سو وہ دے دیا یہی ایک مجھ میں کمال تھا

لب بام پردہ جو آلیا تو وہ جلوہ اپنا دکھا گیا -
وہ قمر تھا ملئے وہ چھپ گیا وہ پری تھا خورخصال کہ

دل و جان عشق نے کھو دیا میرے پاس یار نہ کچھ دیا
مگر ایک ضامن علی میرا جو فتوح روح ملال تھا

(جناب واصف اکبرآبادی)

کٹاری ہے نہ برچھی ہے نہ خنجر ہیں نہ بھالے ہیں
فلک کے پار ہو جاتے ہیں آہ بت یہ نالے ہیں
مری طبع رسا دیکھو قیامت ہے قیامت ہے

خدا رکھے انہیں دنیا میں وہ سب سے نرالے ہیں
تو عارض گورے گورے ہیں تو گیسو کالے کالے ہیں
تمہاری چال کے مضموں قیامت سے نکالے ہیں

ذرا کیا پوچھتے ہو مجھ سے تم قصہ صحرانوردی کا
جو کچھ کانٹے ہیں چھالوں میں تو کچھ کانٹوں میں چھالے ہیں

گلے پر میرے کیوں تلوار سی رہ رہ کے چلتی ہے
تیری گردن میں قاتل کیا کسی نے ہاتھ ڈالے ہیں

چلو دیکھ آئیں چلکر اک نظر جنت کی حوروں کو
حسینانِ جہاں جتنے ہیں اپنے دیکھے بھالے ہیں

نہ پوچھو آرزو پوری ہوئی کس سخت مشکل سے
نکل آیا ہے دل بھی ساتھ جب ارمان نکالے ہیں

رخِ شفاف کی توصیف بن بنکر غزل کے
یہ مضموں تو نے واصف نور کے سانچے میں ڈھالے ہیں

قوالی

الٰہی دل میں میرے حسرتِ دیدار کیسی ہے
دکھا دے شکل ہمکو احمد مختار کیسی ہے

دکھا کر طور پر جلوہ کیا بیتاب موسیٰ کو
پکار اٹھے ارنی پھر نگاہِ یار کیسی ہے

ادھر بندہ نے توبہ کی ادھر رحمت کو جوش آیا
تیری بخشش گنہگاروں پہ اے غفار کیسی ہے

بچایا شیر سے سلماں اکھاڑا باب خیبر[2] کو
یہ قوت آپ کی یا حیدر کرار کیسی ہے

دیگر

فلک غرور نہ کر خاک میں ملا کے مجھے
کبھی نہ چین سے بیٹھے گا تو مٹا کے مجھے

نہ آئی وہ شب وعدہ نہ آئی نیند مگر
پیام آتے رہے رات بھر قضا کے مجھے

وہ آئے ہیں مرے مرقد[1] پہ فاتحہ پڑھنے
ثواب لوٹتے ہیں خاک میں ملا کے مجھے

غضب کیا دل ناشاد پھر انہیں چھیڑا
وہ چپ ہوئے تھے ابھی سینکڑوں سنا کے مجھے

یہی کہوں گا وہ ہیں بے قصور میں مجرم
چلو بھی لیکے کہیں سامنے خدا کے مجھے

لپٹ گئے میرے سینے سے وہ دمِ رخصت
گئے ہیں آج بڑے لطف سے رلا کے مجھے

قوالی

جا کے کہیو یہ ماں سے نسیم سحر میرا چین گیا میری نیند گئی
تمہیں میری نہ مجھکو تمہاری خبر میرا چین گیا میری نیند گئی

---

[1] مرقد یعنے قبر۔ [2] درہ خیبر ملک سرحد میں ایک سخت خطرناک درہ ہے۔

اے بادشاہِ خوبان تیری موہن صورت کے قربان
کہا اس نے پڑی جس پہ تیری نظر میرا چین گیا میری نیند گئی
تیرے وعدہ وصل کا رشک قمر لیا مول تو میں نے ہے دردِ جگر
ہوا جلوہ فگن تو تو غیروں کے گھر میرا چین گیا میری نیند گئی
ہوئی بادِ بہاری چمن میں عیاں گل غنچہ پہ باقی رہی نہ خزاں
مری شاخ امید نہ لائی ثمر میرا چین گیا میری نیند گئی
نہ حرم میں یار تمہارا پتہ نہ سراغ کلیسا میں ملتا تیرا
کہاں دیکھوں بتاؤں میں کدھر گیا میرا چین گیا میری نیند گئی
اے برق تجلی بہر خدا نہ جلا مجھے ہجر میں شمع آسا
میری زیست ہے مثل چراغ سحر میرا چین گیا میری نیند گئی
یہ کہتا تھا بیدم خستہ جگر میری آہ رسا میں ہوا نہ اثر
تیرے ہجر میں حسرت نہ آئی مگر میرا چین گیا میری نیند گئی۔

غزل

بہار آئی ہے بھر دے بادۂ گلگوں سے پیمانہ
رہے لاکھوں برس ساقی تیرا آباد میخانہ
بنے ہے کیوں کر ہمارا اس پری پیکر سے یارانہ
وہ بے پرواہ میں سودائی وہ سنگیں دل میں دیوانہ
ٹلے کیوں کر مجھے آنا تیری محفل میں جانانہ
میری صورت فقیرانہ تیرا دربار شاہانہ
ہمارے اور تمہارے عشق کا چرچہ ہی عالم میں
کوئی سنتا نہیں ہے لیلیٰ و مجنوں کا افسانہ
غزالِ دشت بولے دیکھ کر مجنوں کی میت کو
یہ وحشی مر چکا بس ہو چکا آباد ویرانہ
کہوں کیا تجھ سے کیفیت میں اپنے دین ایماں کی
فقیر مست ہوں مونس میرا مذہب ہے رندانہ

دیگر

اسیر وصل کے کچھ کچھ سہارے ہوتے جاتے ہیں
محبت کے ادھر سے بھی اشارے ہوتے جاتے ہیں

بہار حسن آئی ہے جوانی کی امنگیں ہیں
ثمر اس نخل قد میں پیارے پیارے ہوتے جاتے ہیں

ملائم جسم نازک انگلیاں پتلی کمر اُن کی
لبہا لب اور سینہ پر کرارے ہوتے جاتے ہیں

کبھی ابرو چڑھاتے ہیں کبھی آنکھیں دکھاتے ہیں
ہمارے قتل کے سامان سارے ہوتے جاتے ہیں

ہمارے عشق کا اصغر جو ذکر آیا تو فرمایا
مرے عاشق بھلا وہ کیا بچارے ہوتے جاتے ہیں

غزل

شغل گر چاہتے ہو دل کے بہلنے کے لئے
دل میں آ بیٹھو کلیجہ میرا ملنے کے لئے

روز پیتا ہوں نہیں پیتا ہوں میں گاہے گہے
وہ بھی تھوڑی سی مزا منہ کا بدلنے کے لئے

ساقیا دیتا ہے اک جام تو جلدی دے دے
آسماں تاک میں ہے رنگ بدلنے کے لئے

حور یا رب ہے جو مومن کے لئے پیدا کئے
بھیجدے دنیا میں وہ دو دن کے لئے

باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی چن تو دے
بھیجنی ہیں ایک کمسن کے لئے

دیگر

قضا دیکھیں تو کب آتی ہے اپنے منچلے دل کی
خوشامد منتیں کیا کیا کئے جاتے ہیں قاتل کی

دعا میخوار دیتے ہیں چلے ہاں دور اے ساقی
اسی میں نام ہے تیرا یہی رونق ہے محفل کی

مرے کچھ دیکھنا چاہو تو بس پہلو میں آبیٹھو
ابھی دیکھی نہیں تم نے شرارت چلبلے دل کی

ہمیشہ طور کے جلوے نظر آتے رہیں مجھکو
تمنا ہے یہ آنکھوں کی یہی ہے آرزو دل کی

تیری فرقت میں اے ظالم تڑپتا ہی پھڑکتا ہے
کہیں بڑھکر ہے حالت مرغ بسمل سے مرے دل کی

سوال وصل پہ ہر بار وہ منہ پھیر لیتے ہیں
سُنی نہ ان سُنی کرنے لگے سن کے سائل کی

طبیبو پہلے تم تشخیص کر لو پھر دوا کرنا
میری چھاتی پہ سنگ غم ہے بیماری ہیں سل کی

الٰہی اسکی الفت کا اثر اتنا تو ہو مجھ میں
فسانے میرے بن جائیں نظیر عشق کامل کی

کسی کی اک جھلک دیکھی تھی ہم نے جب سے اے ہمدم
نظر میں کچھ نہیں جچتی ہے صورت ماہ کامل کی

قوالی

کہاں کی دوستی کس کے حسین دلدار ہوتے ہیں
غضب ہیں شوخیاں ان کی ستم ہر بار ہوتے ہیں
چمن میں آپ گلچھرے اڑائیں ساتھ اوروں کے
سوال وصل پر ہنس کر چرائی آنکھ کیوں تم نے
جہاں میں آئے جس دن ہم وہاں جان ہو گئے ب کو
کسی کی سرمگیں آنکھوں سے پھر آنکھیں ملی اپنی
نگاہ مست کے جلووں سے بیخود ہو نہیں سکتے
تیری نوک مژہ کی یاد میں اپنی جو کرتا ہوں
سوال وصل سنتے گالیوں پر کیوں اتر آئے
بھلا ہو عشق تیرا کیا بڑی سرکار ہے تیری
قیامت ہے وہ کہتے ہیں ہمیں لاشے کو ٹھکرا کر
جنوں کا ہو برا دل بے کہے بھی دم اٹکا بھرا ہوں
ابھی سب جھوٹ سچ کھلی ہے منقتل میں آ قاتل
بہار نظم ہمدم کیوں سماں اپنا نہ دکھلائے

ستم پیشہ جفا جو کب کسی کے یار ہوتے ہیں
نگہ کے تیر چلتے ہیں ادا کے وار ہوتے ہیں
سنا ہے ساتھ ہر اک پھول کے سو خار ہوتے ہیں
کیا اقرار کے پیشے میں کچھ انکار ہوتے ہیں
بس انہی کی روش اٹھیا ہے بیمار ہوتے ہیں
مسیحا سے خبر ہم صاحب آزار ہوتے ہیں
کہ پیاسے یوں جاناں کے بہت میخوار ہوتے ہیں
تو نالے تیر بن بن کر جگر کے پار ہوتے ہیں
بھلا میں نے کہا کیا آپ کیوں بیزار ہوتے ہیں
کہ دل پر داغ کھا کھا کر یہاں سردار ہوتے ہیں
غضب کی نیند ہے دیکھو تو کیا بیدار ہوتے ہیں
سنا تھا لوگ کھو کر کچھ نہ کچھ ہوشیار ہوتے ہیں
مرے اور مدعی کے عشق میں اظہار ہوتے ہیں
کہ گل بوٹے سراسر آپ کے اشعار ہوتے ہیں

قوالی

(آٹھ بجے شب کو)

ابھی سے کیوں پھری جاتی ہیں آنکھیں میرے قاتل کی
لبوں پر دم ہے کچھ دم جاں کنی دیکھے تو بسمل کی

کچل کر پاؤں سے کیوں روندیا شامت کے مارے کو
ذرا انصاف سے کہنا خطا کیا تھی مرے دل کی

سوالِ وصل پر کیا کیا سنائیں گالیاں تم نے
خدا رکھے تمہیں کیا خوب کی توقیر سائل کی

میں وہ مجنوں ہوں لیلیٰ چھپ کے جیسے محمل میں رہتی ہے
مری آنکھوں میں پھرتی ہے سدا تصویر محمل کی

زمانے بھر کی نظریں ہیں تجب نظروں میں رہے میری
سمائی دیکھ تو اے جان عالم آنکھ کے تل کی

پھسل جاتا ہے دل کوئی حسیں جب دیکھ لیتا ہوں
یہ چکنی مورتیں چینی کی یارب ہیں عجب گل کی

بہار آئی صدا لے خندۂ گل سے یہ ظاہر ہے
چمن میں، وہ تم پھر سو عنادل کی

دکھا کر جلوۂ بے پردہ کیا ظالم نے کام اپنا
حقیقت بیخودی میں ساری مجھ سے پوچھ لے دل کی

چلے پھر نے کدہ ہم نہ آخر ہو سکی توبہ
گھٹا آتے ہی نیت بدلی ہے اس ہوشیار عاقل کی

دیگر

(منصف شب کو)

گلا نہ آسماں سے ہے اور نہ شکوہ اس ستمگر سے
شکایت ہے اگر مجھکو تو اس پھوٹے مقدر سے

کہاں کی توبہ کس کا عہد ساقی کون ہے تیرا
پلا دے دیکھ تو کیسی گھٹا اٹھی ہے اتر سے

بھلا ہو ضبط کا دونو طرف کی آبرو رکھ لی
کہ آنسو گرتے گرتے رہ گئے ہیں دیدۂ تر سے

بتاؤں حال کیا اپنا نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں
پڑا ہوں کشمکش میں ہائے اپنے قلب مضطر سے

کسی وعدہ شکن نے پھر کیا ہے وصل کا وعدہ
اُلجھتے جاتے ہیں پھر ارماں ہے ہیں پھر نکلے سر سے

تجھے اندازِ اے قاتل مجھے جینا نہ چھوڑینگے
ادائیں کام کرتی ہیں کبھی تیرہ چڑھے خنجر سے

بہت نازک ہیں ہاں دیکھو اے شوق دل آرائی
کہیں ایسا نہ ہو دب جائیں وہ پھولوں کے زیور سے

ازل کا رند ہوا حسرت ہے میری دونوں عالم میں
پلا جاتی ہیں حوریں مجھکو ساغر حوض کوثر سے

پریشاں بال دامن چاک گھبرائی ہوئی صورت
ہوا معلوم تم آئے ہو شاید غیر کے گھر سے

ٹھہر جا اے قضا آتا ہے وہ میری عیادت کو
دم آخر تو مل لینے دے مجھکو اس ستمگر سے

ذرا انصاف کر ساقی عطا ہوں جام غیروں کو
گدائے میکدہ ہو کر رہوں محروم ساغر سے

ٹھہر کے مرنے جینے کا ٹھکانہ اب نہیں باقی
پھریں کیوں مارے مارے دیدۂ پُرنم جھکے اس گھر سے

غزل

اے چارہ گرو مجھ کو نکل جانے دو گھر سے
مر جانے دو سر پھوڑ کے اس شوخ کے در سے

سوتا ہوں تو آتے ہیں نظر خواب پریشاں
جاتا نہیں اس زلف کا سودا مرے سر سے

کچھ روشنی شمع کی حاجت نہیں مجھکو
روشن ہے مرا خانۂ دل داغ جگر سے

ہیں خار مغیلاں میری پابوسی کو تیار
پھر جوشش جنوں کھینچ کے لیجاتا ہے گھر سے

کعبہ پہ نہ کچھ حصر نہ بتخانہ پہ موقوف
رستہ ہے ترے کوچہ کا سر راہ گذر سے

اک عمر سے سودائے جنوں دل میں بھرا ہے
سر کاٹ کے یہ بوجھ اتارو مرے سر سے

آتی نہیں فرقت میں میری موت بھی ہمدم
بیتاب ہوں بیخواب ہوں پھر درد جگر سے

غزل

زیر برقع ابروے خمدار رہنے دیجئے
میاں بھی ہیں آپ بھی یہ تلوار رہنے دیجئے

بس چلو خود ہو چکی انکار رہنے دیجئے
وصل کی ہے رات یہ تکرار رہنے دیجئے

بیوفا ہم باوفا اغیار رہنے دیجئے
سن چکے بس بہت کی لفاظی رہنے دیجئے

اوپری دل سے نکیجئے تکرار رہنے دیجئے
دوستی کا ہو چکا اظہار رہنے دیجئے

ہاتھ ایسا تو لگاؤ جس سے ہو مطلب حصول
تیغ ابرو کے یہ اچھے وار رہنے دیجئے

قبر پہ میری چڑھانے کے لئے کام آئیں گے
رات کے اترے ہوئے یہ ہار رہنے دیجئے

آب رو ریزی نہ کیجئے اپنے سائل کے حضور | گالیوں کی بزم میں تو چھاڑ رہنے دیجئے

فتنۂ محشر ہے ہمدم ان سے محشر میں کہا
آج تو یہ شوخی رفتار رہنے دیجئے

غزل

یہ مقتل ہے الٰہی یا کہ جانبازوں کی محفل ہے | کسی کا سر ہتھیلی پر کسی کے ہاتھ میں دل ہے
تڑپنے لوٹنے کا لطف اس بسمل کو حاصل ہے | گلے پر تیغ اور سینہ پہ جس کے پائے قاتل ہے
وہ میری بیقراری دیکھکر کس ناز سے بولے | نہ ٹھیرے جو کسی پہلو بہلاوہ کونسا دل ہے
رخ زیبا تو دیکھو تم ذرا آئینہ منگوا کے | ہمارے داغ دل کا عکس ہے عارض پہ یا تل ہے
غضب ہے کمسنی اس کی قیامت حسن کا عالم | جوانی میں وہ کیا ہوگا ابھی جو ماہ کامل ہے
ہوا بانکی نئی سج دھج نظر نیچی غضب چتون | گلے سے وہ گل رعنا لگا لینے کے قابل ہے
تماشا ان کے جانبازوں کا دیکھے کوئی مقتل میں | کوئی بیمار ہے کچھ جان بلب ہیں کوئی بسمل ہے

(ٹھمری دادرا حقانی (وقت شام))

دو پھول جانی لے لو۔

تیرے تن پہ میں فدا ہوں۔ جلوہ مجھے دکھادے۔

جور وجفا ستم سے رنج وغم والم سے | یارب مجھے چھڑادے جلوا مجھے دکھادے

تیرے تن پہ میں فدا ہوں۔ جلوہ مجھے دکھادے۔ دو پھول جانی لیلو۔

اک جام ساقی بھر دے متوالا مجھکو کر دے | میخواروں میں ملادے متوالا مجھکو کر دے
گلشن میں گر میں ہوتا گلچیں سے یوں ہی کہتا | اس گل کی بو سنگھادے جلوہ مجھے دکھادے

تیرے تن :- جلوہ :- دو پھول :-

خشتی نے بجلی ہے دل میں الفت ہے آپ کی گل میں | راہ نجف بتادے جلوہ مجھے دکھادے

تیرے تن :- جلوہ مجھے :- دو پھول :-

ٹھمری دادرا (وقت تنہائی)

سارا ھی رنگ دے گلابی رنگ - ساری رنگائی تو ہے ہروا میں دونگی -
داری رنگو جوا - بلہاری رنگو جوا - ساری رنگا -

ٹھمری دادرا

بھر دے رنگ سے گگریا ہماری - سیاں رنگ دے چندریا ہماری - رے

تمہاری یاد میں ہر وقت ہم تو رٹتے ہیں
بجائے پانی کے منہ آنسوؤں سے دھوتے ہیں
نہ چین دن کو ہے شب کو بھی ہم نہ سوتے ہیں
تمہارے عشق میں ہم جان اپنی کھوتے ہیں
بھر دے رنگ سے -

نگاہ جب سے صنم آپ سے دو چار ہوئی
اسی گھڑی سے میری روح بیقرار ہوئی
تمہاری ناوک مژگاں سے جان شکار ہوئی
تو ایک برچھی ہمارے جگر کے پار ہوئی
بھر دے رنگ سے -

عوض میں گل کے ملا خار تیری الفت میں
محال اب مجھ کو جینا تمہاری فرقت میں
تمہارے غم میں پھنسا ہوں عجیب وحشت میں
جو دیکھنے مجھے آیا پڑا وہ حسرت میں
بھر دے رنگ سے -

ساون (بوقت چھ بجے شام سمان بارش)

سیاں بگیا میں ڈالو جھولا لے رے - آئی ساون کی بہار - سیاں بگیا -
سب سکھی مل جل جھولا جھولیں رے - دیکھو جوبنوا کی بہار - سیاں بگیا -
دو سکھی جھولیں - دو ہی جھلاویں - مورا سیاں گاوے ملہار - سیاں بگیا -

از گوہر جان -

چلو نا ہنوا رے سدھائی گجریا راما - راما جھوم پگ دھرت ڈگریا - بانکی دے نظریا - رے
مورے بھاشے توری بجریا - تو ہے مار دوں نجریا -

قوالی

لطف سے باغ جہاں میں صورت شبنم رہے
بلبلوں کو ذبح کر کے لے چلا باد صبا
وہ مرے دم توڑنے کی سیر گر دیکھا کریں
تمکو ایسے چاہنے والے ملیں گے پھر کہاں

ایک ہی شبگر رہے لیکن گلوں میں ہم رہے
سبزۂ گلشن پہ کچھ قطرے اہو کے جم رہے
حشر تک زندہ رہوں اور نزع کا عالم رہے
یہ دعا مانگو حسینوں عاشقوں کا دم رہے

حکم شیریں تھا نہ ہاتھوں میں کوئی مہندی ملے
کوہ پر جب تک میرے فرہاد کا ماتم رہے

قوالی

(بوقت نو بجے شب)

میں ازل سے حسن جاناں کے خریداروں میں ہوں
وہ دریدہ ہو کے باندھے اک پرانی طرز ہے
عشق کا جادو قیامت ہے جو پلچھٹ چل گیا
کر رہے ہیں ظلم اور پھر یہ طرہ دیکھئے

اس کا مذہب ہوں اسی کے ناز برداروں میں ہوں
میں کسی زلف دوتا کے ناز برداروں میں ہوں
وہ میرے بیمار ہیں میں انکے بیماروں میں ہوں
پوچھتے ہیں مجھ سے کیا میں بھی ستمگاروں میں ہوں

دادرا

(بارہ بجے دن)

مزہ دیتے ہیں کیا یار تیرے بال گھنگروالے
نکلی میرے دل سے آہ ۔ جاتا تھا وہ رشک ماہ ۔
دیکھا دشمن کے ہمراہ دونوں ہاتھ گلے میں ڈالے

مزہ دیتے ہیں ۔
پہلے مجھ سے تھی تکرار اب تو کرتا ہے کیوں انکار
اب تو تیری طرف ہی یار میرے دل پہ پڑ گئے چھالے

مزہ دیتے ہیں ۔

تیری بھوئیں ہیں شمشیر تیری چتون ہی یا تیر
ہیں آنکھیں بہت پیاری ہیں زہر بھرے دو پیالے

مزہ دیتے ہیں کیا یار تیرے بال گھنگر والے۔
کوئی دم کا ہوں مہماں ہو اک نظر ادھر بھی جان
تیری آنکھوں کے قرباں او منہ پھیر کے جانے والے
مزہ دیتے ہیں کیا یار تیرے بال گھنگر والے۔

دادرا جھنجھوٹی (بوقت ۸ بجے شب)

جھوٹا وعدہ پیا موسے کر گیو رے۔
چمن میں جوش سے باد بہاری چلتی ہے
کلی چٹک کے ہر اک شاخ سے نکلتی ہے
صراحی بھرتی ہے مے کی پیالی چلتی ہے
ہر ایک غنچہ کے منہ سے یہی نکلتی ہے
آگے گلشن میں کیا گل کتر گیو رے
کسی کے غم میں ہوں اب زندگی سے میں لاچار
چمن بھی ہو تو اب آنکھوں میں ہے گلزار تا تار
یہ چین لینے نہیں دیتا چرخ کج رفتار
یہ اب کے دل میں سمایا ہے چار او ناچار
میں بھی جانی ہوں سیاں جو مر گیو رے

غزل (بوقت نصف شب)

فنا کا جام اے ساقی میں پی پی لوں تو پھر یہ کیر دے
بقا کی مے سے آنکھیں مثل نرگس مست کر کردے
نرالا ہے تو اے مولا نرالی ہیں تیری شانیں
کسی کو خاک کی ڈھیری کسیکو سنگ مرمر کے
براق شاہ نے معراج میں حق کی دعا حق سے
عطا کردہ قدم آوار چلنے میں جو فر فر دے
الٰہی روضہ خیر الوریٰ میں جب کہ جا پہنچوں
بدور گردش گردوں نہ گردش مجھکو مرمر دے

کہا جبریل سے حق نے دم میلاد پیغمبر
میرے محبوب کی آمد کا تو پیغام گھر گھر دے

جلالی ہے عجب اس قادر قیوم کی قدرت
کسی کو تاج سلطانی کسی کو بھیک در در کے

قوالی

فغاں میں آہ میں فریاد میں نالوں میں شیون میں
بغل میں دل نہیں معشوق ہے اور وہ بھی بے ہمتا
قیامت کی خلش آفت کی کاوش قہر کی شورش
خبر سنکے ترے مرنے کی وہ بولے رقیبوں سے
تمہارا انکھ سے جلنا اور مریض غم کا مر جانا
یہ کیسا رنج ہے یارب ٹپکتی ہے خوشی جس سے

بتاؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والوں میں
بھرے ہیں قہر کے انداز اس نازک کے نالوں میں
مرے دل میں تیری حسرت ہے پا کا شاہی تیر بھالے میں
خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والوں میں
مرے بجاں غرق ہوتا ہے سنبھلنے میں سنبھالے میں
کہ نغمہ کی ہے کیفیت مرے دشمن کے نالے میں

ملے مجھ سے تو فرمایا تمہیں کو داغ کہتے ہیں
تمہیں ہو ماہ کامل ہیں تمہیں ہے ہولا میں

غزل بھیرویں - دادرا -

چلا ہے او دل راحت طلب کیا شادماں ہوکر
زمین کوئے جاناں رنج دیگی آسماں ہوکر

کیا قتل اس نے غیروں کو موے ہم رشک کے مارے
اجل بھی دوستو آئی نصیب دشمناں ہوکر

اگر میں منہ سے بولوں ناتوانی کہتی ہے بس بس
صدائے جنبش لب دیتی ہے بوسہ فغاں ہو کر

اداسے جب کہ ملتے ہو نگاہ سے قتل کرتے ہو
ستم ایجاد ہو ناوک لگاتے ہو کماں ہوکر

کھماج قوالی (بوقت صبح)

جگ جاتی تماشائی اوناری ترے روپ کے واری سیّدنا
منموہن گردہر گرھاری تیرے روپ کے واری سیّدنا
وہ کون سی بیرن کھوٹ بھی جو تم سے ہم سے روٹ بھئی
کاہے نہ دکھاوت جھب پیاری تیرے روپ کے واری سیّدنا
جانے واپرنگ گھسنی کی دین دولت آس مراد ملے
سُکھ پاوے تو سے نرناری تیرے روپ کے واری سیّدنا
مُکھ چادر اوڑھ رجھائے گیو سپنے میں درس دکھلائے گیو
وہ احمد بن کر آئے گیو تیرے روپ کے واری سیّدنا
وہ صورت پٹ جہاروپی ہر روپ دکھاوت بہروپی
والکے نینا الوکھے جھب نیاری تیرے روپ کے واری سیّدنا

غزل بھیروں

جسے دیکھو ہے متوالا علاؤ الدین صابر کا
کسی کا دبہ ہے جب اعلیٰ علاؤ الدین صابر کا
علاؤ الدین نظام الدین معین الدین قطب الدین
فرید الدین بابا تھا علاؤ الدین صابر کا
مئے وحدت کے مت والے شراب صابری پی کر
کھلا ہے یہاں تو میخانہ علاؤ الدین صابر کا
تصدق اپنے مرشد کے کہ جس نے ہم کو دکھلایا
جمال جلوۂ عظمیٰ علاؤ الدین صابر کا

بہت پونچے ہیں خدمت میں علاؤ الدین صابر کے
منور ہی دیکھو روضہ علاؤ الدین صابر کے

(اسیر حرص)

چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی میں تم کہیں اور ہم کہیں
شکل راحت نہیں زمانے میں
جان جاتی ہے دل لگانے میں

کیا تیرا کام بن گیا ارے پاس — میری اُمیّد کے مٹانے میں

معلوم جو ہوتا مجھے انجام محبّت — لیتی نہ کبھی بھُول کے میں نام محبت

سو بلائیں ہیں ایک دم کیلئے — زندگی کیا ہے ایک دم کے لئے

غزل

وصل کے عیش میں سب ہجر کے غم بھُول گئے — یاد رکھنا تھا جسے وہ بھی ہم بھُول گئے

وعدۂ وصل قیامت میں بھی ہوگا کیوں کر — واں بھی کہدیں گے کہ تیرے سر کی قسم بھُول گئے

لکھنے بیٹھے جو انہیں حال پریشاں اپنا — حرف مطلب کو اٹھاتے ہی قلم بھُول گئے

میری قسمت سے پڑی کچھ غلطی روز حساب
کہنا تھا جو کہ اُسے وہ ہم بھول گئے

سہرا قوالی

(بارہ بجے شب)

مالن بنا کے لائی کیا لاجواب سہرا — سہروں میں ہے جہاں کے یہ انتخاب سہرا

موتی چمک رہے ہیں کلیاں مہک رہی ہیں — دولت لٹا رہا ہے کیا بے حساب سہرا

نوشہ بنا سلامت سہرا خدا کی رحمت — لڑیاں ہیں تار بارش یا ہے سحاب سہرا

دیگر

مجھ بلانوش کو تلچھٹ بھی ہے ساقی کافی — بھر دو چلو میں ہے شیشے میں جو ساقی باقی

مجھ کو پلوا کے کلیجہ میرا ٹھنڈا کر دے — آب انگور نے ہے آگ لگادی ساقی

مست کیا جانے کدھر دیر ہے کعبہ ہے کہاں — عمر ساری تیری بھٹی میں گذاری ساقی

تیری آنکھوں کی جو رنگت ہے گلابی ساقی — کتنے شیشے ہیں کہ گٹے بند شرابی ساقی

جام خم اوروں کو دے مجھکو پیالی ساقی — خود بہکنے لگا مانند شرابی ساقی

کوئی آفت تیرے میخانے پہ آنے کی نہ تھی — سب لگا گو ہیں یہ جتنے ہیں شرابی ساقی

ہوتا معلوم شرر کو جو کوئی آفت آوے — ابھی ٹل جائیگی آفت جو پلا دے ساقی

قوالی

(وقت شب)

کبھی اٹھکھیلیاں اور کبھی خنجر بھی چلتا ہے
کبھی سر میں کبھی جسم و جگر میں اور کبھی دل میں
شب فرقت میں جلتا ہے تڑپتا ہے اُچھلتا ہے
نہیں معلوم کچھ عذر دوں پر اتنا واقف ہوں

تمہارا دل بہلتا ہے ہمارا دم نکلتا ہے
تمہارا درد اٹھ کر ان رگوں میں ٹہلتا ہے
دل بے تاب بھی کیا کیا نئے پہلو بدلتا ہے
کلیجے میں کوئی بیٹھا ہوا دل کو مسلتا ہے

تلک کامود دادرا - (بوقت شام)

کرو عذر نہ ٹوٹے قرار دیکھو ہو بالماں

شب وصال نہ غفلت میں ٹالئے صاحب
جو جی ہے مرے فرا دل کو سنبھالئے صاحب

جو کچھ ہوں آپ کے ارماں نکالئے صاحب
بہک کے ہاتھ نہ گردن میں ڈالئے صاحب

کہیں ٹوٹے نہ گلے کا ہار دیکھو ہو بالماں

غزل

کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست
از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب
شاد باش اے دل کہ فردا بر سر بازار عشق
خلق می گوید کہ خسرو بت پرستی می کند

ہر رگ من تار گشتہ حاجت زنار نیست
دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست
وعدہ قتل ست و گرچہ مژدہ دیدار نیست
آرے آرے میکنم باخلق و عالم کار نیست

قوالی

جب آنکھیں یار ہیں تیرا ہی شکہ دیکھا کروں
ہے یہی میری تمنا ہے یہی میری دعا
جستجوئے یار میں آیا ہے کچھ ایسا مزا
گریہ شادی نہیں ہوئی ہوگا یہ گریہ مرا
عمر آخر ہو گئی چلتا نہیں دل کا پتہ

ترستے ہے جب تک زباں منہ میں ترا چرچا کروں
سامنے بیٹھا رہے تو اور میں دیکھا کروں
آپ کو کہدوں اسکو عمر بھر دیکھا کروں
جی میں آتا ہے یہی اب رات بھر رویا کروں
کب تک اس کھوئے ہوئے کو یا خدا ڈھونڈا کروں

ہے مری تشبیہ اکبر ٹھیک حرف ربط سے
آپ مہمل ہوں مگر اوروں کو بامعنی کروں

(دادرا بھیرویں)

پیاپاپی نہ جاگے جگائے ہاری
تلے ہے گنگا اوپر بسے کاشی - کہیں بولے چڑیا برج باسی - پیاپاپی نہ جاگے جگائے ہاری
اورن سنگ پیا گت ہیں - ہم سے نہ بولے بلائے ہاری - پیاپاپی نہ جاگے جگائے ہاری

دیگر

ذرا کہدو سنولیا سے آیا کرے | - | آیا کرے مت جایا کرے
چمن میں جب کہ وہ شوخ بے نقاب آیا
یقین ہوگیا شبنم کو آفتاب آیا - ذرا -
دن ہیں چین رات نہیں نندیا | سپنے میں درس دکھایا کرے
ذرا کہدو سنولیا -

(اندر سبھا امانت مداری لال گلفام) (صبح چار بجے)

گھر سے یہاں کون خدا کے لئے لایا مجھکو | کس ستمگار نے سوتے سے جگایا مجھکو
حق نے کیا خواب پریشان دکھایا مجھکو | نظر آتا نہیں اپنا نہ پرایا مجھکو
بس میں ظالم کے مجھے چھوڑ دیا ہائے غضب | ڈھونڈنے کوئی پرستان میں آیا مجھکو
حیف صد حیف کسی نے نہ خبر لی میری | کیا عزیزوں نے مجھے دل سے بھلایا مجھکو
نیند سے آنکھ کسی کی نہ کھلی لوٹھے پر | اُٹھ کے موذی کے چنگل سے چھڑایا مجھکو
تادم مرگ سے اُمید رہائی کی نہیں | کس بلا میں میرے مولا نے پھنسایا مجھکو

کوئی دہاں جانے کی تدبیر بتادے آستہ
ہے کیا گردش قسمت نے ستایا مجھکو

دیگر

طالب وصل نہ ہو آپ کو برباد نہ کر ۔ حوصلہ حد سے زیادہ دل ناشاد نہ کر
آکے تربت پہ مری غیر کو تو یاد نہ کر ۔ خاک ہونے پہ تو مٹی میری برباد نہ کر
ہو کے بیباک رقیبوں سے نہ ہنس او ظالم ۔ خرمن ہستی عشاق کو برباد نہ کر ،،
دو ہی آہوں میں نہ خوں ہو کے کلیجہ بہ جائے ۔ دیکھ بلبل میرے نالوں کی روش یاد نہ کر
آ ابھی دل کھول کے میں تجھکو گلے لپٹالوں ناز بیجا بس اب خنجر جلاد نہ کر ،،

بھول جا یاد بتوں کی تو خدارا اکبر
کعبۂ دل ہے یہ اسکو صنم آباد نہ کر

قوالی

(شام چار بجے)

دل وجاں سے میں فدا ہوں چاہے بولو یا رنہ بولو

تیرے عشق نے ستایا تیرے کوچہ پھیرا پایا ۔ بدنام ہو چکا ہوں چاہے بولو یار نہ بولو
تیرے عشق کی کٹاری لگی دل پہ مورے کاری ۔ زخمی تو ہو چکا ہوں چاہے بولو یار نہ بولو
میرے گلے کا گجرا تیرے گلے میں آیا ،، ۔ گلے ہار ہو چکا ہوں چاہے بولو یار نہ بولو

دل وجان سے ـــــ

دیگر

ایک دم ہمدم میرے پہلو سے کیا جاتا رہا ۔ سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
سب کرشمے تھے جوانی کے جوانی کیا ہوئی ۔ وہ امنگیں مٹ گئیں وہ ولولہ جاتا رہا
جب تلک تمنی کشیدہ دل تھا شکوں سے بھرا ۔ تم گلے سے مل گئے سارا گلا جاتا رہا
ایک دل اک جگر لایا تھا دو نو ہارے گئے ۔ جوش وہ جاتا رہا ،، وہ غلغلہ جاتا رہا

آپکی حال تباہی ہو چکا وصل صنم
وہ امنگیں مٹ گئیں وہ اثر بھی جاتا رہا

قوالی

کبھی پردہ نورخ سے اٹھا دو ذرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا
مجھے اپنا جمال دکھا دو ذرا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

ہوئی پہلے تمہاری ہی جلوہ گری ترے پیچھے ارض و سما ہوئے اور سبھی
اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ تھا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

مجھے رنج و فراق نے گھیر لیا تپ ہجر ستاتی ہے صبح و مسا
مرے مرض کی کیجئے جلدی دوا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

تمہیں شاہوں کا شاہ خدا نے کیا ہمیں آپ کے در کا بنایا گدا
نہیں فرق ہے اسمیں ذرا بخدا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

مجھے جب سے تمہارا ہے عشق ہوا مرے دل کو قرار ذرا نہ ہوا
مجھے لطف و کرم سے دو درس دکھا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

ذرا اپنے شمیم کو بحر خدا انسم رنج و عذاب سے لینا بچا
ترے صدقے میں جاؤں بروز جزا یا حبیب خدا یا حبیب خدا

غزل

کافر ہے جو سجدہ کرے بتخانہ سمجھکر
سر رکھ دیا ہم نے در جانانہ سمجھکر

ہم روز ہے سر بزم جلا کرتے ہیں ساقی
پرواہ نہیں کرتا کوئی پروانہ سمجھکر

آئی ہو شب وصل تو حال اپنا سناؤں
نیند آنے لگے جو انہیں افسانہ سمجھکر

اچھا ہے نہ آئیں وہ میرے خانہ دل میں
ارمان بھی نکل جائیں گے ویرانہ سمجھکر

دل چاہے معمور تصور ہیں بتوں سے
وہ آپ چلے آئیں گے بتخانہ سمجھکر

واعظ نے جو میخواروں کو دیکھا لب کوثر
کمبخت نے پیمانہ واں میخانہ سمجھکر

کعبہ کو سمجھ کر نہ تو بتخانہ سمجھکر
کر لیتے ہیں سجدہ در جانانہ سمجھکر

قوالی

(چار بجے شام)

کوئی جا کر رسول پاک سے میری خبر کر دے
غم فرقت نہیں اٹھتا ہی پتھر کا جگر کر دے

میں جھاڑوں اپنی آنکھوں سے خدایا خاک گلیوں کی
مدینے میں الٰہی تو اگر میرا گذر کر دے

میں راضی ہوں خدا جنت میں بھیجے یا کہ دوزخ میں
اسی کی مہربانی ہے جدھر چاہے اُدھر کر دے

شہنشاہ مدینہ ہی ابھی ہمکو طلب کر لے
ہماری آہ میں خالق اگر پیدا اثر کر دے

غزل

شکوہ کرتے ہیں زباں سے نہ گلا کرتے ہیں
تم سلامت رہو ہم تو یہ دعا کرتے ہیں

تم مجھے ہاتھ اٹھا کر یہ زباں سے کہدو
دیکھنے والے یہ سمجھیں کہ دعا کرتے ہیں

ان حسینوں کے ہیں دنیا میں نرالے انداز
شوخیاں بزم میں خلوت میں حیا کرتے ہیں

دیگر

وہ صبر دے الٰہی جسمیں خلل نہ آ سکے
چکر پہ کھاؤں چکر ابرو پہ بل نہ آئے

فرقت میں کیسے نالے سینہ پہ ہاتھ رکھ کر
پہلو میں دل تڑپ کر باہر نکل نہ آئے

کل سے کیا ہے بیکل تیرے وعدہ نے قمر کو
ہے آج پھر وہی کل بھی کل سے کل نہ آئے

مطلوب چشم وہ ہے فریاد کر نہ آسکے
راحت میں اس پری کے چاہے خلل نہ آئے

میں وہ قلب ہوں مضطر جسے کل سے کل نہ آئے
وہ نہال بے ثمر ہوں جو پھلوں تو پھل نہ آئے

وہ مذاق عشق کیا ہے جو کہ ایک ہی طرف ہو
مر مسیحاں مزا تو جب ہے کہ تجھے بھی کل نہ آئے

مجھے جوشش جنوں میں یہی خیال ہے تو یہ ہے
میرا حال زار سن کر کہیں وہ نکل نہ آئے

قوالی

(نو بجے شب)

یار کی گلیوں میں کیوں کر یار جانا چھوڑ دے
کس طرح بلبل چمن سے آشیانہ چھوڑ دے

یہ نہیں اچھی نہیں جان دل پہ بجلی گر پڑے
نیچی نظروں سے میر یجاں مسکرانا چھوڑ دے

ترک کر غیروں سے بازی یہ چلن اچھا نہیں
واں کا جانا چھوڑ دے انکو بلانا چھوڑ دے

دیکھ کر آزردہ خاطر مجھکو بولا وہ صنم
جو بُرا مانے نہ میری محفل میں آنا چھوڑ دے

یا الٰہی وہ نہ چھوٹے اُسکا چھٹنا ہے غضب
یوں ہیں راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

حشر میں پیش خدا تو جا کے کیا دیگا جواب
دیکھو طاہران بتوں سے دل لگانا چھوڑ دے

قوالی

(دن کے تین بجے)

جو ملجائے تو پوچھوں فتنۂ روز قیامت سے
رہا کیوں کر کسی کے آنکھ کے گوشے میں راحت سے

لٹے جاتے ہیں آسیں اور امیدیں اور تمنّائیں
مگر دل رو رہا ہے اور وداع کرتا ہے حسرت سے

پس مرگ ان کو پہلو میں نہ رکھوں گا نہ رکھونگا
دل بیتاب کا مدفن الگ ہو میری تربت سے

انہیں جب غصّہ آتا ہے تو اک عالم نکلتا ہے
بڑے معشوق بنتے ہیں گزر کر آدمیت سے

دیگر

وہ کیسے چین دل پائے کہ جس میں تیری الفت ہو
جدا گل سے ہے بلبل بھلا پھر کیسے راحت ہو

چڑھا کر خنجر ابرو وہ فرماتے ہیں ہنس ہنس کر
ادھر آئے مرے آگے جسے شوق شہادت ہو

تیرے ہوتے ہوئے میں غیر کو چاہوں یہ ممکن ہے
وہ کافر ہو سوا تیرے کسی کی جسکو الفت ہو

ہمارے سر کے اور چشم و جگر کے اور مرے دل کے
مرے جان ان مکانوں کی تمہیں واللہ زینت ہو

تمہیں کیا جسطرح گزرے گی عمر بے وفا گزرے
خوشی ہو رنج و غم درد و الم ہو یا مصیبت ہو

کرو تم شاد غیروں کو ہمیں ناشاد رہنے دو
انہیں پہ مہربانی ہو انہیں پر بھی عنایت ہو
پکے پھوڑے کی طرح رات دن دل ہے پکارہتا
خداوندا نہ دشمن کی بھی میری ایسی قسمت ہو
رقیب روسیہ دشمن تھا وہ بھی ہو گئے دشمن
رفاقت کس طرح پوری تمہارے دل کی حسرت ہو

قوالی

اسیر پنجہ عہد شباب کرکے مجھے
کہاں گیا مجھیں خراب کرکے مجھے
وہ پاس آنے نہ پائے کہ آئی موت کی نیند
نصیب سو گیا مصروف خواب کرکے مجھے
کسی سے دردِ محبت نے عمر بھر کے لئے
خدا سے مانگ لیا انتخاب کرکے مجھے
گناہ میرے زیادہ ہیں یا تیری رحمت
کریم جلد بتا دے حساب کرکے مجھے
کسی کو حسن سے صورت آفریں سے گلہ
غضب میں ڈالدیا لاجواب کرکے مجھے
میں ان کے پردہ بیجا سے مرگیا مضطر
انہوں نے مار ہی ڈالا حجاب کرکے مجھے

قوالی

(۶ بجے شام)

گفتگو ہو کر بُتِ بے پیر آدھی رہ گئی
وصل کی آدھی ہوئی تدبیر آدھی رہ گئی
اسقدر قاتل نے پھیرا جلد خنجر حلق پہ
آدھی نکلی منہ سے یاں تکبیر آدھی رہ گئی
ہو چکے تھے کل تو ساماں سب ہمارے قتل کے
میان سے کھینچکر مگر شمشیر آدھی رہ گئی
آدھے رستے سے وہ آکر پھر گئے کل رات کو
آہ کی آدھی ہوئی تاثیر آدھی رہ گئی
ایک دن اسنے رُخِ روشن سے الٹی تھی نقاب
جب سے مہرِ ماہ کی تنویر آدھی رہ گئی
کھینچا مانی نے جو نقشہ مجھ نحیف زار کا
بن کے کاغذ پر میری تصویر آدھی رہ گئی
تا کمر دریا میں اترا جس گھڑی وہ بحرِ حسن
کوہ کو بھی کاٹ کر توقیر آدھی رہ گئی

آدھے دھڑ کا دم نکلتا تھا کہ آیا خط یار
ضعف نے لاغر بنایا اس لئے لاچار ہوں

پڑھتے پڑھتے مر گئے تحریر آدھی رہ گئی
دیکھ لو تم اسے صنم تصویر آدھی رہ گئی

یاد فرمایا شہید کو آپ نے مطلق نہیں
اس لیئے آدھی ہوئی تدبیر آدھی رہ گئی

قوالی

صنم کا نور دیکھا ہے خدا کے نور کے بدلے
ہوا ہے داغ دل روشن چراغ طور کے بدلے

جو دیکھیں گے تیرے حسن جہاں آرا کو محشر میں
خدا سے لوگ مانگیں گے تجھی کو حور کے بدلے

انا الحق کے عوض لب پر انا المحبوب جاری ہو
چڑھائیں دار پر مجھکو اگر منصور کے بدلے

خدایا عشق بت میں اسقدر سختی اٹھائی ہے
کہ پہلو میں ہے اک پتھر دل رنجور کے بدلے

پس مردن اگر یار و میسر ہو تو رکھ دینا
کفن میں خاک کوئے دلربا کافور کے بدلے

دادرا قوالی

تیری چال سے اب نہیں شکوۂ غم ترا چرخ کہن چلن نہ رہا
کروں شکر خدا ہوا وصل صنم مجھے ہجر میں رنج و محن نہ رہا

یہ آتی صدائیں ہیں بن سے سدا یہی کہنا ہی قیس کہ ماہ لقا
تجھے جب سے شکار کا شوق ہوا میرے لاشہ پہ کوئی ہرن نہ رہا

میرے لاشہ پہ آیا وہ رشک قمر مجھے موت بن زندگی آئی نظر
ہوا آنے سے اسکے یہ مجھ پہ اثر کہ خوشی سے بدن پر کفن نہ رہا

تیرے ہونٹوں کا کیجئے کس سے بیاں نہیں دیتی ہے یاری اپنی زباں
تیرے ہونٹوں کے آگے ماہ لقا کہیں تبہ لال یمن نہ رہا

قوالی

(۵ بجے شام)

نگہ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسی کا کچھ نہیں چلتا ہے جب تقدیر پھرتی ہے

تیری تلوار کا منہ ہم سے پھر جائے تو پھر جائے
ہماری آنکھ کب قاتل نہ شمشیر پھرتی ہے

میں اسی لیلیٰ کا دیوانہ ہوں سلے مجنوں جو صحرا پر
بغل میں اپنے بتوں کی لئے تصویر پھرتی ہے

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچہ میں بے توقیر پھرتی ہے

کبھی تو کھینچ لائیگی انہیں کوئے غریباں تک
کہ مدت سے ہماری خاک دامن گیر پھرتی ہے

ترا دیوانہ جب سے اٹھ گیا صحرائے وحشت سے
بگولا کی طرح سے ڈھونڈتی زنجیر پھرتی ہے

دیگر

رہے گا نام کہاں یادگار بھی تو نہیں
ترے مٹائے ہوؤں کا مزار بھی تو نہیں

نگاہ مست نے کس کی اثر یہ دکھلایا
پڑھی ہے ان کو میری کیوں خمار بھی تو نہیں

وہ اپنے جور جفا سے نہ باز آئینگے
ہمیں یہ ظلم و ستم ناگوار بھی تو نہیں

یقین خاک ہو مجھکو تمہارے پیماں کا
کہ جھوٹے وعدوں سے اب اعتبار بھی تو نہیں

ابھی تھا وصل کا وعدہ ابھی مکر بیٹھے
یہ عہد تھے آپ کے پاس و قرار بھی تو نہیں

عدم کی راہ کٹھن اور پھر اندھیری رات
غضب ہے ساتھ کوئی غمگسار بھی تو نہیں

الٰہی غیر جھپکتی ہے آنکھ کیوں میری
بظاہر آپ کوئی پردہ دار بھی تو نہیں

جنوں کی دست درازی گئی نہ بعد بھی موت
کفن میں نام کو اب ایک تار بھی تو نہیں

لحد میں دم نہ گھٹے کیوں یہ اور ہے اندھیر
مری بغل میں دل داغدار بھی تو نہیں

کرم جو غیروں پہ کرتے ہو کیوں نہ رشک آئے
نگاہ لطف کا میں شرمسار بھی تو نہیں

وہ بخشدینگے یہ مانا کریم ہیں لیکن
مرے گناہوں کا ہمدم شمار بھی تو نہیں

قوالی

او مرے دل کی بھڑکتی کو بجھانے والے
اپنے جانباز کو ہنس ہنس کے رلانے والے

ناصحا خیر ہے میں اور کروں الفت ترک
بس چلے جاؤ بڑے آئے سکھانے والے

دیکھنا تم بھی کہ اک روز یہ پچھتائینگے
جھوٹے سچ آپ سے جا جا کے لگانے والے

دل سیر کیا کیا دزدیدہ نظر نے لیکر — تو بتا دے مجھے او تیر لگانے والے
ناز پروردہ مرا دل وہ مچل کر بولے — یہ سزا دل کی ہے او دل کے لگانے والے
مشکل آساں ہو میری اور تیرے اے بد برائے — ہاتھ ایک اور بھی تلوار لگانے والے
چین کیا پائے گا ہمدم میرا تڑپا کے جگر — شاد رہتے ہیں کہیں جی کے جلانے والے
نزع کے وقت میں آیا نہ وہ تو میں نے کہا — تو بھی ٹھنڈا نہ رہے دل کے جلانے والے
مر گئے ہم تو شرر اور عدو سے ہے اب تجھے — ہم سے اچھے رہے صدقے ہیں اٹھانے والے

نعتیہ قوالی

شیدا نہ کسی کا نہ مطلب ہے کسی سے — معمور ہے دل حب رسول عربی سے
ہیں گلشن جنت کی کروں کس لیے خواہش — کیا بڑھ کے رتبہ میں مدینے کی گلی سے
ہنگام سحر ہو گئے ایک دم میں فنا سب — گلزار میں کیا مل گیا پھولوں کو ہنسی سے
آرام دو روزہ پہ جو مغرور ہو رہتے — محروم رہیگا وہ میری سرور ابدی سے
عاشق سے تیرے اب تو عدو منہ میں شاہا — پیش آتے ہیں افسوس بڑی بے ادبی سے
کیا جانے کوئی کاوش آزار محبت — اس درد کی لذت کوئی پوچھے میرے جی سے

طالب ہے بہت آپکے دیدار کا شورد
اب باد صبا کہنا رسول عربی سے

غزل جناب سید عبدالرحیم صاحب اخگر لکھنوی۔ مؤلفہ ایم۔ آر شرر

ہو خدا کی یاد بھی اور ذکر جانانہ بھی ہو — کعبۂ دل ہو ہمارا اور بتخانہ بھی ہو
التجا یا ساقی کوثر یہ ہے محشر کے دن — ساتھ مستوں کے لب کوثر یہ مستانہ بھی ہو
کھینچ لے مجھ دور افتادہ کو لے نوشی — شمع ہو جس جا وہاں ممکن نہیں پروانہ بھی ہو
جھومتے ہوں یا محمد جو کہے محشر کے دن — یا الٰہی انہی سب میں یہ دیوانہ بھی ہو
کر چکے سیر چمن اے گل ادھر بھی اک نظر — رشک جنت ہاں ہمارے دل کا کاشانہ بھی ہو

نہ پہنچا خونِ بلبل گر چمن کی راہ گزاروں میں
کہاں سے آئیں یہ نیرنگیاں پھولوں کی ہاروں میں

پلا وہ جام اے ساقی عرفاں کا ان آنکھوں سے
پڑھوں صلّی علیٰ میں مست ہو کر بادہ خواروں میں

تمہارے چہرۂ زیبا پہ یوں ابرو کے فتنے ہیں
فلک پر جسطرح ہوتا ہے روشن ماہ تاروں میں

سرِ گورِ غریباں بال بکھرائے وہ بیٹھے ہیں
عدم کے رہنے والے سب پریشاں ہیں مزاروں میں

ادائیں دیکھنے آئے ہیں وہ پھولوں کے کھلنے کی
خراماں صورتِ بادِ سحر ہیں سبزہ زاروں میں

میں ان کی جنسِ ابرو پہ کیوں صدقے نہ ہو جاؤں
پتنگے شمع پر قربان ہوتے ہیں اشاروں میں

مدینہ دیکھیے شاہِ عرب کس دن بلاتے ہیں
ہمیں تو ایک مدت ہو گئی امیدواروں میں

نگاہِ لطف اگر یونہی رہی شمسی عشرت میں
شرر کی جتنی غزلیں ہیں پڑھی جائینگی یاروں میں

دیگر

کچھ تو ہیں زلفوں میں کچھ قبضہ میں ہیں نخچیر کے
ہو گئے حصے مری بگڑی ہوئی تقدیر کے

ہم نے جب کھینچی تصور میں ترے رخ کی شبیہ
آنکھ کے پردے بنے پردے تیری تصویر کے

بے حجابی میں ابھی باقی ہے اتنا اور حجاب
سامنے آئے ہیں لیکن پردے ہیں تقدیر کے

ہم نے بخشش کے بھروسے پر کئے لاکھوں گناہ
رحمتِ حق نے بڑھائے حوصلے تقصیر کے

مر گیا تب ہی تمہاری منتیں پوری ہوئیں
آ گئے اب حلقے اتاروں پاؤں سے زنجیر کے

شمسی تم نے منع کرنے پر بھی دل کو دیدیا
آ گئے آخر قفس میں اُس بتِ بے پیر کے

(لکھنوی) جناب محمد مرزا صاحب (قوی) **مخمس** (ہر وقت گانے کی چیز)

مے کا خوگر کر دیا ساغر کا شیدا کر دیا
بندۂ پیرِ مغاں مدہوشِ صہبا کر دیا

جلوۂ رخ سے دلِ مردہ کو زندہ کر دیا
جانے کیا ساقی کی آنکھوں نے اشارا کر دیا

نذرِ ساغر ہم نے اپنا زہد و تقویٰ کر دیا

کچھ عجب نیرنگیاں ہیں عشق کی سرکار کی
ہاتھ میں تسبیح دل میں یاد تھی زنار کی
ایک ہی حالت ہے اسکا کافر و دیندار کی
کعبے والوں نے پوچھی ہی منزل یار کی
بتکدہ کی سمت چپکے سے اشارہ کر دیا

ہے بہارِ باغ عالم رنگ بسمل کیطرح
پھول مرجھایا ہوا ہے اک مرے دل کیطرح
خندہ زن گل باغ میں ہیں روئے تاباں کیطرح
میکدہ میں گل تو تھا میں خشک ساحل کیطرح
آج ساقی نے مجھے قطرہ سے دریا کر دیا

دیگر

بڑھکے جب گیسو کسی کے ناکمر آنے لگے
اے قوی مجھکو خیال آ کے تڑپانے لگے
چاہنے والوں کے دل پر سانپ لہرانے لگے
دل کو آزار محبت کے مزے آنے لگے
اس کے میں قرباں کہ جس نے درد پیدا کر دیا

کر لی تائید شرح کیوں جابر غیور نے
لکھ دیا تھا لوح پر جب حاکم غفور نے
حکم ناحق حق کیا کیوں شرح کے دستور نے
کام سولی کا کیا تھا کونسا منصور نے
کیا ہوا گر اپ ہرجائی کو رسوا کر دیا

دیگر

بے تکلف تھے انہیں طرز حجاب آیا نہ تھا
دن گذرتے تھے مزے سے اور رات آرام سے
کمسنی دیکھو تو وہ کہتے ہیں میری لاش پر
دید نی تھا بوستاں میں بلبلوں کا شوق دل
چاک دامن آتا ہے قاصد نئی یہ بات ہے
کیا بتائیں ہم ضعیفی میں اسیری کے مزے
ہو گیا احسان کی تخیل سے سرشار میں

تھا بہت اچھا زمانہ جب شباب آیا نہ تھا
تجھپے جب تک اے دلِ خانہ خراب آیا نہ تھا
سونے والے یوں کبھی تجھ کو تو خواب آیا نہ تھا
جب ہری ہی کلیاں تھیں پھولوں پر شباب آیا نہ تھا
خیر ہو یوں تو کبھی خط کا جواب آیا نہ تھا
ایک قیامت آئی تھی ہر شباب آیا نہ تھا
گر زباں پر پھر مرے نام شباب آیا نہ تھا

محفل اغیار میں وہ بے نقاب آیا نہ تھا
تھا شرور اچھا زمانہ جب شباب آیا نہ تھا

نعتیہ کلام — (بوقت صبح)

طفیل سرور عالم ہوا سارا جہاں پیدا
زمین و آسماں پیدا مکیں پیدا مکاں پیدا

نہ ہوتا گر فروغ نور پاک رحمت عالم
نہ ہوتی خلقت آدم نہ گلزار جناں پیدا

شہ لولاک کے باعث حبیب پاک کے باعث
جناب حق تعالے نے کیئے کون و مکاں پیدا

ظہور ذات اکرم سے فیوض خیر مقدم سے
نسیم بوستاں پیدا بہار گلستاں پیدا

رسول اللہ کے خاطر کیئے جن و لیث پیدا
بنایا ماہ و انجم کو کیئے ہیں بحر و بر پیدا

جمال حسن میں رعنا کمال خلق میں یکتا
کوئی پیدا ہوا ایسا نہ ہوگا یہاں پیدا

انہیں کے واسطے آدم انہیں کے واسطے حوا
انہیں کے واسطے کائی کئے سب جن و جاں پیدا

دیگر

مانا کہ انبیا میں ہر ایک انتخاب تھا
محبوب کبریا بھی کسی کا خطاب تھا

تھا آفتاب ذرہ وہ رخ آفتاب تھا
ستر ہزار پردوں میں بھی بے نقاب تھا

اب تو خدا کے فضل سے ہے غم کی چھاؤنی
دل اس سے پہلے اور زیادہ خراب تھا

حضرت نے جس مقام سے کی ہجرت اختیار
کعبہ تھا یا مرا دل خانہ خراب تھا

میں کہہ سکا کسی سے نہ واقف ہوا کوئی
عشق نبی کا راز بھی گونگے کا خواب تھا

میرا جواب سن کے نکیرین بس ہو گئے
سنتے ہو ہوں گے ہاں کوئی حاضر جواب تھا

طفلی ہوئی تمام تو پیری گلے پڑی
کس روز ہم جوانی تجھے کس دن شباب تھا

ہم غم کو اور غم ہمیں بے صرفہ کھا گیا
وہ دو ستوں کے دل کا یہ گویا حساب تھا

پوچھے گئے گناہ تو نکلے وہ بیشمار
آیا جوان کو رحم تو وہ بے حساب تھا

احسان حشر تک بھی نہ بھولینگے موت کا
ہولی کے پہلے ہمیں جینا عذاب تھا

جبریل کون تھا شب اسریٰ جو ساتھ تھا
نسبت نہیں مگر ہے سمجھنے کو اک مثال
قسمت کی بات آج پڑا ہوں میں اتنی دور
طفلی میں بھی پڑھا نا خوشی کا کوئی سبق
سیماب کو ملا دل بیتاب کس لیے
قسمت میں جس کے چین نہ ہو اس کا کیا علاج

تھلنے ہوئے جو ختم رسل کی رکاب تھا
گل تھا اگر وہ رخ تو پسینا گلاب تھا
روضے میں کل کی بات ہے میں بار یاب تھا
میری بغل میں دل کوئی غم کی کتاب تھا
جو بانٹنے کو روز ازل اضطراب تھا
ہم کو تو روضے پر بھی یہی اضطراب تھا

حافظ تمام عمر رہی دل میں روشنی
عشق نبی کا داغ نہ تھا آفتاب تھا

دیگر

(علی الصبح)

کیوں نظر سوز نہ ہو جلوۂ یکتا تیرا
دونو عالم تیری فرحت میں مٹے جاتے ہیں
جلوۂ فیض نویدی ہیں یہ گل جنت ناز
ہے تجلی تیری سرمایۂ نازو بینش
آج پھر قالب اُمید میں جان آتی ہے
امین قدس کو اک باغ چراغاں کر کے
مجھ کو طوفان قیامت سے بچاتا ہوگا

ڈھل گیا برق کی مانند شرارا تیرا
مل گیا مجھکو غم حوصلہ فرسا تیرا
خندہ زن صبح ازل ہے چمن آرا تیرا
مردم دیدہ سے ہتی ہے سراپا تیرا
لب اعجاز پہ ہے دمدمۂ فردا تیرا
جیب تنزیہہ سے نکلا ید بیضا تیرا
لنگر کشتئ امت ہے سہارا تیرا

پھر وہ عرض تمنا پہ وقف حاضر ہے
ہائے وہ کون وفا کیش ہے رسوا تیرا

دیگر مخمس

اوصاف میں وہ نور خدا جب یگانہ تھا
لیکن یہ جامۂ بشریت بہانہ تھا

کیوں کر کھلے وہ راز کہ کیا تھا کیا نہ تھا
احمد تو کچھ رسول نہ تھا مصطفے انہ تھا

تھا جلوۂ خدا بخدا اگر خدا نہ تھا

سب ماسوا کے پہلے بھی احمد کی ذات تھی | جب گردشِ فلک تھی نہ دن تھا نہ رات تھی
خلقت اسی کی موجبِ کلِ کائنات تھی | یا یوں کہو قدرتِ حق اسکی ذات تھی

یا یہ کہو کہ قدرتِ حق کا نشانہ

گر دیکھ لے وہ مصحفِ رُخ منہ کی کھائے خلق | جو کچھ ہے سُنی سنائی ہے سب بھول جائے خلق
دیکھے نہ جب تو خوب سی شہرت اڑائے خلق | یوسف سا لاکھ چہرہ روشن بنائے خلق

کالشمس کا کنار نہ تھا کالضحیٰ نہ تھا

تھے نیستی کے تخت پہ جب سارے قافلے | اسوقت بھی وہ جامہ ہستی میں تھے چھپے
بتلاؤ اس سے آگے بھلا کیا پتہ چلے | کب آئے کیسے آئے کہاں آئے کہاں چلے

اسی ذات پاک کا تو کسی کو پتہ نہ تھا

تھے ہاتھ میں نہ تیر نہ پیکاں لئے ہوئے | لشکر لیئے ہوئے تھے نہ ساماں لئے ہوئے
ظاہر کوئی فریب نہ پنہاں لئے ہوئے | ہاں اک رسول پاک تھے قرآں لئے ہوئے

اور بالمقابل آپ کے سارا زمانہ تھا

علم و ادب کے سارے وہ اسباب یک بیک | آمد سے تیری ہو گئے نایاب یک بیک
کانوں میں تیرے جب پڑے آداب یک بیک | وہ دفتر فصاحت اعراب یک بیک

اک خواب ایک خیال تھا یا اک فسانہ تھا

جب دیکھ لی تھی روئے پر انوار کی جھلک | لازم تھا کرتے قدموں پہ قرباں سر تلک
پھر دل میں منکرو رہی کون سی کھٹک | کس چیز نے حروف سے کھینچا سیوف تک

فاتوا بسورۃ ہی پہ کیا فیصلہ نہ تھا

یکتائی پر خدا کی قسم ان کی مزے مٹے | سر تا قدم جو نور کے سانچے میں ہوں ڈھلے
سایہ کو ہی یہ حکم کہ ساتھ ان کا چھوڑ دے | ہمراہ ان کے کوئی چلے بھی تو کیا چلے

جبریل چل کے سدرہ ہی تک رہ گیا نہ تھا

صدہا کی عمر یوں تو گئی شاعری میں بیت
مثل خلیل تو بھی برتنے لگا یہ ریت
سیدھی روش چلا تو اسی کی ہی ہے جیت
لے درس نعت اور یہ سیدھی سی بات جیت

ہاں طبع شعر بھی تجھے فکر رسا تھا

غزل

واہ کس شان سے محبوب ہمارا نکلا
دھوم ہے فرش پہ افلاک کا تارا نکلا
رات دن لاتے ہیں جبریل پیام اور سلام
جس پہ ہم عرش ہیں وہ اللہ کا پیارا نکلا
نزع میں جلوۂ محبوب الٰہی دیکھا
شکر ہے اک نو زمان ہمارا نکلا
پھر گئی آنکھوں میں اس مہر نبوت کی چمک
جب چمک کر کوئی گردوں سے ستارا نکلا
دامن شافع محشر جو مجھے ساتھ آیا
مغفرت کے لئے کیا خوب سہارا نکلا
گئے جبریل جو فردوس سے لینے کو براق
ناز کرتا ہوا وہ شوخ خود آرا... نکلا
آپ پیدا ہوئے چرخ پہ انجم نے کہا
یہ نیا آمنہ کے گھر میں ستارا نکلا
ہوگئیں یعقوبؑ کی آنکھیں جو دوبارہ روشن
وہ بھی حضرت کا ہی در پردہ اشارا نکلا
شب معراج پھرے آپ تو یہ شور ہوا
ڈوب کر ابر میں پھر چاند ہمارا نکلا
مژدہ بخشش کا لئے خلد سے حوریں آئیں
مرتے دم منہ سے جہاں نام تمہارا نکلا

اک جہاں قلزم آفات میں ڈوبا تھا اقبرؔ
جس نے اخلاص سے حضرت کو پکارا نکلا

دیگر

جب کہ وہ ماہ مدینہ جلوہ گر ہو جائیگا
گوشہ مرقد میرا برج قمر ہو جائیگا
لطف خلاقِ دو عالم بھی ادھر ہو جائیگا
آپ کا جس سمت محشر میں گذر ہو جائیگا
سرفرازانِ جہاں چومینگے اس کے پاؤں کو
آستانے پر تیرے خم جسکا سر ہو جائیگا

سر کے بل جاؤں گا بن سُوئے مدینہ اے طبیب
بس اسی سے کچھ علاج دردِ سر ہو جائیگا

خواب میں دیکھا ہے میں نے عرشِ ربّ العالمین
آستانے پر نبی کے اب گذر ہو جائیگا

منزلِ مقصود تک پہنچائیگا اب کو یہی
نقشِ پا حضرت کا خضرِ راہ بر ہو جائیگا

یاد صحرا ئے مدینہ آئیگا جب اے خلیل
گلشن فردوس گلچیں سے بتر ہو جائیگا

نعتیہ قوالی

(وقت صبح)

گئے دونو جہان نظر سے گذر تیری شان کا کوئی بشر نہ ملا
تیری ہر جگہ دیکھی نرالی پھبن بھید تیرا کسی کو مگر نہ ملا۔

تیرا چرچہ جہاں کی زبانوں پہ ہے تیرا شور زمانہ کے کانوں میں ہے
مگر آنکھوں سے دیکھا جو پردہ نشیں کہیں تو نہ ملا تیرا گھر نہ ملا

کوئی جلوۂ طور[1] سے غش میں گرا کوئی سدرہ پہ چلنے سے عاری ہوا
گئی فکر رسا تو خبر نہ ملی اڑا طائرِ فکر تو پر نہ ملا

مرے ملنے سے ہوتا ہے چیں بجبیں تیرے ملنے نہ ملنے کا شکوہ نہیں
جو گلہ ہے تو ہے یہی حق سے گلہ مجھے تیرا سا ہائے جگر نہ ملا

کوئی ملنے کا تیرے نشان ہی ہے کہیں ہے تو کا تیرے مکان بھی ہے
تجھے دیکھا ادھر تو ادھر نہ ملا تجھے ڈھونڈا ادھر تو ادھر نہ ملا

میں خدا جانے کسپہ مٹا ہوں فدا میرے ہوش و حواس نہیں ہیں بجا
پرے ہٹ تو پری میرے پاس نہ آ چل حور تو مجھ سے نظر نہ ملا

کہیں دست سوال دراز نہیں کسی اور پہ یوں مجھے ناز نہیں
کوئی تجھ سا غریب نواز نہیں تیرے در کے سوا کوئی در نہ ملا

---

[1] جلوۂ طور۔ طور ایک پہاڑ کا نام ہے وہاں پر اللہ کے نور کا جلوہ موسیٰ ع کے فرمانے ہوا تھا۔

میں ہمیشہ اسیر الم ہی رہا میرے دل میں سدا تیر غم ہی رہا
میرا نخل امید قلم ہی رہا میرے رونے کا ہائے ثمر نہ ملا

اسی فکر میں گذرے ہیں دن اکبر اسی غم میں گنے تارے میں نے شب بھر
کیا جس نے اشارے سے ٹکڑے قمر کبھی ہائے وہ رشک قمر نہ ملا

مخمس

کبھی رہتا تھا غم مجھکو فلک کی کج ادائی کا　　کبھی کرتا تھا شکوہ بخت بد کی نارسائی کا
خدا کی شان اب محسود ہوں ساری خدائی کا　　ارادہ پائے سرور پر ہے لے دل جبہ سائی کا
نرالا ڈھنگ ہاتھ آیا ہے قسمت آزمائی کا

مثال ماہئے بے آب ہوں جاننا نہ شرماؤ　　مدینہ کی زمیں بہر خدا آنکھوں کو دکھلاؤ
ترحم حال زار عاشق مضطر پہ فرماؤ　　چھڑا کر مجھکو قید ہند سے یثرب میں بلواؤ
سر شوریدہ ہے مشتاق ان کی جبہ سائی کا

کوئی سمجھے گا کیوں کر عاشق و معشوق کو دو تو　　سمجھ میں آ گئے ہیں معنی توحید ہی اب تو
ہے کثرت سے تو پیرانہ کیوں کر شان وحدت کو　　تیرا سایہ نہ ہونے سے ہوا روشن یہ عالم کو
کہ نور مصطفےٰ تھا نور ذات کبریائی کا

تجھی کو شافع عصیان امت حق نے ٹھیرایا　　تجھی کو آیۂ فیضان رحمت حق نے ٹھیرایا
تجھی کو واقف اسرار وحدت حق نے ٹھیرایا　　تجھی کو صاحب مہر نبوت حق نے ٹھیرایا
تیرے ہی سر پہ رکھا تاج آخر مصطفائی کا

یہی تھی مصلحت تخلیق ابراہیم و آدم میں　　کہ دیکھیں جلوۂ حق شان محبوب معظم میں
انہیں تعظیم کو مصروف ہوں سب خیر مقدم پر　　تمامی انبیا آتے نہ کیوں پہلے سے عالم میں
انہیں تھا حکم محبوب خدا کی پیشوائی کا

تصرف سے ذات مطلق میں تغیر ہو نہیں سکتا　　مقول کب عرض سے عین جوہر میں ہوا پیدا

ازل سے عاشق و معشوق کا یکساں رہا نقشہ
احد میں میم احمد کی تجلی سے فرق آیا

کہ زیب نقطہ ہی ہوتا ہے نقطہ روشنائی کا

دیگر

چل مدینہ وقت تو نے ہند میں کھویا بہت
رات اب تھوڑی ہے چونک اے بیخبر سویا بہت

روضۂ اقدس جو آیا خواب میں مجھکو نظر
مل کے آنکھیں چادر تربت سے میں رویا بہت

سب سے کہتا تھا یہی آکر مدینہ میں رہیں
کچھ مزا ہو عشق کا انسان کو تھوڑا یا بہت

ہے وہی اب تک سیاہی شامت اعمال کی
آنسوؤں سے میری آنکھوں نے دھویا بہت

غفلت اندک بھی ادھر سے آدمی کو موت ہے
ایک دم بھی تو جو سویا جان لے سویا بہت

ایک ہیں کیا کتنے تجھکو ڈھونڈ کر تھک تھک گئے
تو ہے محبوب دو عالم ہیں تیرے جویا بہت

چرخ نیلی فام کے کشتے تو ہیں لاکھوں مگر
زہر میں حق میں اسی کمبخت نے بویا بہت

دور برسوں روضۂ پر نور نے رکھا تجھے
وقت پھر اس نے ہندوستان میں کھویا بہت

جاگتے سوتے ادھر کی خواہش ہے دل کو لگی
پھر نہیں پرواہ ہے تو جاگا جو کم سویا بہت

کچھ نہ حاصل مزرع امید سے مجھکو ہوا
عمر بھر اس کھیت کو جوتا بہت بویا بہت

کم ہیں میرے شعر پر ہیں لغت میں گشرا اثیر
یہ سبب ہے جو مجھے کہتے ہیں سب گویا بہت

دیگر

لکھ لکھ کے وصف شاہ سناؤں میں کس طرح
طوبیٰ کی شاخ خامہ کو لاؤں میں کس طرح

کس طرح ہاتھ آئے تو پاؤں میں کس طرح
چلنے کو سر کے پاؤں بناؤں میں کس طرح

دیگر

(بوقت غب)

دم مردن یہ شوق دید میں حال اے صنم ہوگا
تمہاری یاد دلمیں ہوگی اور آنکھوں میں تم ہوگا

بتائیں کیا تمہیں کب درد و رنج ہجر کم ہوگا
یہ کانٹا نکلیگا اس دم جب آخر اپنا دم ہوگا

لحاظ ضبط کیا چھوا یگی ناوک کی دلسوزی
نہ شکوہ آئیگا لب پر اگر سر بھی قلم ہوگا

دل حسرت زدہ کو توڑتے ہو ظلم کرتے ہو
بڑے نازوں کا پالا ہے ہر اک اسکا غم ہوگا

ابھی تو کاٹتے جاتے ہو گردن ہنستے جاتے ہو
بھریگی خون سے جب آستیں اسوقت غم ہوگا

محبت زلف جاناں کی نہ چھوٹی ہے نہ چھوٹیگی
نہ جائیگا یہ سودا سر اگر میرا قلم ہوگا

خیالِ یار چھپتا ہے کہیں احسان نصیحت سے
یہ سودا عشق کا ہے کم ہوا ہے اور نہ کم ہوگا

دیگر

بہت ہے حسن پہ نازاں یہ کہدو ماہ کامل سے
مقابل ہو کسی دن چہرۂ یوسف شمائل سے

نمک بھر چھڑکے خنجر کو لگا کر کہدو قاتل سے
دعائے خیر نکلے گی دہانِ زخم بسمل سے

کہاں تک ہے روا ستمِ ظلم اے منصفِ عالم
رنگے ہیں برگِ گل صیاد نے خونِ عنادل سے

سماتا اب نہیں نظروں میں دنیا کا حسیں کوئی
لڑی ہے آنکھ تیاگر جب سے اِن ہر شمائل سے

رازِ الفت کیا کہے عاشق بڑی مشکل میں ہے
جس طرح غنچہ میں بو ہو یوں تمنا دل میں ہے

اسطرح داغ فراق یار میرے دل میں ہے
شمع اک جلتی ہوئی گویا ہمارے دل میں ہے

جنبش شمشیر ابرو کام اپنا کر چکی
دیکھیے کیسا نس اب باقی تنِ بسمل میں ہے

ڈر نہیں کچھ قبر کا تنہائی بعدِ فنا
دل بہلنے کے لیے تصویر جاناں دل میں ہے

نزع میں بھی دیکھ لوں انکو تو نکلے میرا دم
اے اجل تھم جا ابھی اتنی تمنا دل میں ہے

نیم جاں ہے کوئی اے یوسف کوئی بیجان ہے
اک قیامت آج برپا کوچۂ قاتل میں ہے

دیگر

لگایا تیر جب جگر پہ کبھی کبھی دل پر
حسد تھے اپنے تلون مزاج قاتل پر

لگاؤ تم کو قسم اپنی چشم پوشی کا
پھر ایک تیر اس انداز سے میرے دل پر

عزیز لاش اٹھانے کی دیں صلاح مگر
گراں نہ ہو میرے نازک مزاج قاتل پہ
جو اپنے حال پہ رویا کیا ہو ساری عمر
وہ کیا ہنسیگا کسیکے دکھے ہوئے دل پہ
وہ کرسکے ہیں ادھر تیر مفت میں کھویا
میں رو رہا ہوں اُدھر کم نصیبی دل پہ
خدا جو چاہے تو محشر میں بھی وہ بات کہوں
کہ آنے پائے نہ الزام کوئی قاتل پہ

وہ پوچھتے ہیں تجاہل سے حال پروانہ
یہ جان دیتے ہیں کیوں عزم شمع محفل پہ

غزل

(بوقت تین بجے شب)

تقدیر کا گلہ ہے نہ کچھ جور یار کا
یہ سب کیا دھرا ہے دل بیقرار کا
آئے ہیں آج فاتحہ پڑھنے وہ اس طرف
اے بیکسی نشان بتادے مزار کا
ہے وحشیوں کے چاک گریباں کی یہ صدا
ہم کو ملا نہ مرکے زمانہ بہار کا
ہے طفل رشک پہنے ہوئے ہیں لباس سرخ
کیا خون ہوگیا ہے دلِ بیقرار کا
بے اختیار آنکھوں سے نکلے ہو آنسو
کچھ حال تو بتا دو دلِ بیقرار کا
آواز تو اسی کی ہے یہ میرا دل نہ ہو
یا دش بخیر نام کیا کس نے یار کا
ہر شخص کی زبان پہ صدائے دل کی ہے
اے عزم ہو نہ ہو یہی کوچہ ہے یار کا

دیگر

درد دل پر غم کی دوا لا دو کسی سے
یا قتل کرو اپنے مریضوں کو چھری سے
رشتے لگے ہجر کی شب اشک کے قطرے
آنکھیں بھی جل اٹھیں اثر سوز دلی سے
مرتے نہیں جو ساقی تیرے مستانہ ادا پر
رغبت نہیں رکھتے وہ کبھی بادہ کشی سے
بچپن کا زمانہ مگر تیغ سے لئے ہیں
قتل دل عاشق کا ارادہ ہے ابھی سے
تسکین کے عوض اور بھی دل کو کیا زخمی
باز آئے ہم اے شوخ تیری دادرسی سے
شئے رہے جھک جھک کے وہ جب تک تلا دل
اب بات بھی سیدھی نہیں کرسکتے کسی سے

کیا اس نے پھر امید دلائی ہے لے شاکر
کیوں پھولا سماتا نہیں دل آج خوشی سے

غزل دیگر (بوقت صبح و بجے)

کبھی بھولے سے بھی گھر پہ ہمارے گر وہ آتے ہیں
دل اپنا نذر دے کے زیر پا آنکھیں بچھاتے ہیں
وہ بکھراتے ہیں گیسو چہرہ اپنے گاہ اٹھاتے ہیں
مسلماں گاہ کرتے ہیں کبھی کافر بناتے ہیں
ہمارے دل کی تسکیں کے لئے وعدہ تو کرتے ہیں
یوں ہی ہمکو ستاتے ہیں نہ آتے ہیں نہ جاتے ہیں
سوا زنجیر کے دے کون نالوں کا جواب انکے
اسیران ستم زنداں میں کیا کیا غل مچاتے ہیں
دم پیری ہمیں کو سرد آہیں کرتی ہیں کشتہ
چراغ صبح ہیں باد فنا سے جھلملاتے ہیں

نعتیہ غزل

یا خدا جسم میں جب تک کہ میری جاں رہے
تجھ پہ صدقے تیرے محبوب کے قربان رہے
دل وہی دل ہے کہ جس دل میں ہو الفت تیری
جان وہ جان کہ جس میں تیرا ارمان رہے
یوں تو منہ دیکھ کے ہوتی ہے محبت سب کو
جب میں جانوں کہ میرے بعد میرا دھیان رہے
شامیانہ پر جبرئیل کا ہو تربت پر
کشتہ عشق محمد کی یہ پہچان رہے
دم رہے یا نہ رہے پھر یہ دعا ہے کہ امیر
نزع کے وقت سلامت میرا ایمان رہے

نعتیہ کلام (بوقت صبح)

اگرچہ معرکہ تھا امتحان کا مشکل
مگر معین شہادت ہے محبت دل
ادھر تو پھیر کے مقتل سے منہ چلا قاتل
ادھر پکار کے کہتا رہا یہ میں بسمل
بانکے سنوبیا سدھ لیو ہمری
اثر ہے سوز دروں کا کہ شعلہ ہائے فراق
یہ شمع جلتی ہیں یا ہیں یہ داغ ہائے فراق

لگی ہے آگ جو دل میں یہ انتہائے فراق | پکارتا ہے تڑپ کر یہ مبتلائے فراق
بانکے سنولیا سدھ لیو ہمری

ادھر کے سانسوں نے چھوڑا جو لک تن کا پاس | عزیزوں کو بھی نہیں دفن کرنے میں وسواس
غرض ہر ایک طرح ہو چکی ہے دل کو یاس | تیرے کرم کا سہارا ہے اور نہیں کوئی آس
بانکے سنولیا سدھ لیو ہمری

اگرچہ جان بھی جاتی رہے نہیں کچھ ڈر | اٹھائے دل پہ نہ صدمہ فراق کا دم بھر
کہ لوگ کہتے ہیں مرنا ہے عشق میں بہتر | بس اتنا کہہ کے شب ہجر مر گیا آخر
بانکے سنولیا سدھ لیو ہمری

غزل جناب نظامی

تلوار خوں میں بھر لو ارمان رہ نہ جائے | بسمل کے سر پہ باقی ارمان رہ نہ جائے
گر قتل کر چکے ہو پامال لاش کر دو | یہ بھی تمہارے دل میں ارمان رہ نہ جائے
لللہ میرے دل میں تم اپنا گھر بنا لو | یہ خانہ خدا ہے ویران رہ نہ جائے
بھر بھر کے جام دینا ہم مے کشوں کو ساقی | محفل میں کوئی پیاسا مہمان رہ نہ جائے

وہ تیغ لے کے آئے چل سر کے بل نظامی
الفت کا معرکہ ہے میدان رہ نہ جائے

شوق لکھنوی گلدستہ پند

نگاہ لطف ادھر میری جان ہو جائے | کہ عاشقوں کا گوشت دکام ہو جائے
گنہگار اسی آسرے پہ بیٹھے ہیں | ادھر بھی رحمت پروردگار ہو جائے

شوق تمہیں ذرا انصاف کر دو مقتل میں
یہ نفرتوں کا قصہ تمام ہو جائے

نعتیہ غزل

قدیمی عشق ہے میں ہوں وہ دیوانا محمدؐ کا
ازل کے دن سے ہے سر میں میرے سودا محمدؐ کا

گنہ امت کے ظاہر ہوں یہ ہرگز ہو نہیں سکتا
چھپا لیگا انہیں محشر کے دن پردہ محمدؐ کا

تمنا ہے کہیں سب اہل محشر حشر میں مجھکو
چلو دیکھیں وہ آیا خاص دیوانہ محمدؐ کا

نہ جلتا طور آئے موسیٰ نہ غش آنا تمہیں ہرگز
خدا سے یہ اگر کہتے دکھا جلوہ محمدؐ کا

اُدھر خالق اِدھر مخلوق بے حد اشتیاقِ عشق
تڑپتے ہیں پڑا ہے بیچ میں پردہ محمدؐ کا

خدا واحد جو تھا محبوب کو بھی کر دیا یکتا
جدا رکھا محمدؐ سے سدا سایہ محمدؐ کا

رسول اللہ کی مدح و ثنا کیوں کر نہ وہ لکھے
کہ جان و دل سے آخگو ہو گیا شیدا محمدؐ کا

دیگر

ادا بھی جس پہ قرباں ہے حیا بھی جس پہ مائل ہے
اسی تیر نگاہ ناز کا زخمی میرا دل ہے

بہار آئی چمن میں رنگ الفت پھوٹ نکلا ہو
عیاں ہر ایک گل کے چہرے سے خون حنا دل ہے

جگر کی کیا خطا ہے کیوں ہدف اسکو بناتے ہو
تمہارے تیر مژگاں کا نشانہ تھا میرا دل ہے

خدا اسے موت پہونچا دے تو ہی ہمکو سر فن
سنا ہے ہم نے لوگوں سے عدم کی سخت مشکل ہے

نہ ٹھکراتے چلو گور غریباں میں ہر ایک مدفن
تمہیں معلوم بھی ہے دفن کس میں کون بسمل ہے

تصور میں جو آتا ہے بگولا سامنے کوئی
خیال قیس کہتا ہے یہی لیلیٰ کا محمل ہے

ہوا کا ایک جھوکا اسکو جدم چاہے گل کر دے
چراغ عمر بھی بشاکر مثال شمع محفل ہے

دیگر

بیٹھا ہوں در پہ آ کے اسی انتظار میں
نکلیں گے آپ سیر کو محفل بہار میں

کس سے کہیں گذر گئی جو کچھ مزار میں
سب استخوان چور ہوئے ہیں فشار میں

غنچہ چٹک کے نالہ و فریاد کرتے ہیں
تیر نگاہ ناز نہ اس طرح کھینچئے
رگ رگ نے وحشیوں کا لہو خود بخود دیا

بلبل کی موت آگئی فصل بہار میں
یہ خود نہ رہ سکے گا دلِ بیقرار میں
نشتر بھرے تھے موج نسیم بہار میں

غائب ہوئے شور ہیں کہ ملتا پتا نہیں
ڈھونڈا کیا بہت میں انہیں کوہ ہستاں

(بھول بھلیاں)

دلدار یار چھیلا سے نیناں لگائیں جائیں گے ۔ دلدار یار چھیلا سے نیناں لگائیں جائینگے
نیناں لگائیں گے سینہ جلائیں گے ۔ دلدار یار ۔
یار میرا اعلیٰ ۔ جوبن میرا بالا ۔ صورت مورے سیاں کی دل کو نہ بھائے رے ۔ دلدار یار ۔
دل کو نہ بہائے رے من کو نہ بھائے ارے مورے تن کو نہ بہلائے رے ۔ دلدار یار ۔
بات موری بھولی ۔ عمر موری بالی ۔ پیا پاپی کے بول مو سے سہو نہ جائے رے ۔ دلدار یار ۔
یار میرا اعلیٰ ۔ دلدار یار ۔

ایضاً

تیری میری جوڑی بنی مزیدار ۔ پیا پیارے پہ جاؤں نثار ۔
سندر جیا پیارے آجا میں واری ۔ میر سجان ۔ ذرا نیناں سے نیناں ملا ری ۔ سندر جیا ۔
یار میں جان لئے ۔ مکان لئے ۔ سامان لئے چل دو کان ۔ میں قربان میں قربان ہر آن ۔
ساری گتیاں نرالی موری بتیاں نہ جانے دینا ۔ جیا پہ گھات یہ ٹھانی ۔ نہیں نادان کو
پہچان میری جان کھار کر سندر جیا پیاری جا میں واری ۔ میر سجان دلدار یار ۔ تیری ۔

فریب سیکھ لے مجھ سے کوئی زمانے میں
بلا ہوں میں بھی لگاوٹ سے دل لبھانے میں

پھنسا رقیق کا دل میرے اک اشارہ سے
نکالا کام فقط شوخیاں دکھانے میں

کیسا نادان ملا ۔ میرا ارمان ملا ۔ ہو کر دل جان ملا ۔ کیسا جوان ملا ۔ لے ہاں ہاں ہاں ۔ پیا پہ
جاؤں نثار تیری میری جوڑی بنی مزیدار ۔ پیا پہ جاؤں نثار ۔

غزل نعتیہ ممتاز

یثرب کے بسیا من موہن میری براہ اگن کو بجھا دینا
موری بیچ میں ناؤ ڈوبت ہے موہے کندھے پار لنگھا دینا

توارے چرنوں میں سیس نواؤں پیا توپے البل پھر کرواروں جیا
مورے سپنہ میں آکے کبھی تو سجن جری چاند سا مکھڑا دکھا دینا

مورے رین اندھیری کاٹت ہے اور بجلی بھی چمک ڈراوت ہے
مورا جیا تھر تھر کانپت ہے مورے ہجر کے گم سے چھڑا دینا

مورے روتے ہی رہتے عمر کٹی نورے بات نہ سنتی نصیب ہوئی
نورے پیاں پڑوں یثرب کے دھنی کوئی بات تو مکھ سے سنا دینا

پیا ترست سے نورے دیکھن کو اور نین مرت ہیں درشن کو
گھونگھٹ سے دکھا دے جوبن جرا پردہ کو مکھ سے ہٹا دینا

دل چھین لیا آنکھوں کو ملا مکھ پھیر لیا چتون کو دکھا
کیوں موسے پیارے روٹھ رہا میرے دوس کی بات بتا دینا

تو اکو وارے پہ آکر سیس دھروں تیرے روضہ کی البل ہو کے مروں
ہیں آس کہ ہند میں جیتا پھروں موری جان الم سے بچا دینا

مورا ماس بدن کا سوکھ گیا مورے ہاڈوں کو برہہ نے کھا ہی لیا
مورے تن کو اگن نے جلا ہی دیا اسے آپ کرم سے بجھا دینا

رکھ آن پڑھ ممتاز یہ اب کرپا کی بجز شاہ عرب
مورا ہند میں رہنا ہے اب تو تجب موہے ملک عرب میں بسا دینا

غزل

جسے کہتے ہیں سرور جن و بشر کبھی ملئے وہ مجھکو بشر نہ ملا
کیا کعز کو جس نے زیر و زبر اوسے ہادئی دین کا در نہ ملا

تیری لطف کی موج جو دیتی تیرا بیڑا تو کچھ مجھے فکر نہ تھا
میں تو بحرِ گنہ میں ڈوب گیا میں ٹرا لنگر ادھر نہ ملا

تجھے خواب میں جس نے دیکھ لیا وہی خوبی بخت سے جاگ اٹھا
تو ہے کانِ ضیا تو ہے نورِ خدا تیرے نور کو نورِ قمر نہ ملا

رہی چرخ کی مجھ پہ ہمیشہ جفا رہا ہائے مدام اسیرِ بلا
تیری پا تا میں جس میں کہ بوئے وفا مجھے ایسا خدا سے جگر نہ ملا

میں ہوں عاشق سرورِ ہر دو سرا مجھے جور و جفا سے فلک نہ ستا
میرے حال زبوں پہ ہے مہر خدا کبھی دہر کی مجھ سے نظر نہ ملا

نعت

عیاں خدا کو میں دیکھتا ہوں کہ خاک پائے محمدی ہوں
ہے عین احمدؐ میں ظاہر احد میں جاں فدائے محمدی ہوں

ہر اک مثل میں بے مثل دیکھا ہر اک نشاں میں جو بے نشاں کو
یہ رازِ مشکل کھلا کیوں مجھ پہ میں دلکشائے محمدی ہوں

مبارک ہوویں وہ قصرِ جنت جو حور و غلماں تجھکو واعظ
سنا نہ مجھ کو میں تیر الفت کا دل پہ کھائے محمدی ہوں

ڈرا نہ مجھکو سنا نہ مسئلے کہ نار دوزخ سے ہوں نڈر میں
نہ طرفِ جنّت بلاؤ مجھکو میں جاں شیدائے محمدی ہوں

ہے نفس بدکیش کا تو بندہ نہ چھیڑ مجھ کو لے میاں برملا
کمینہ عاجز غلام بیکس ہیں نا سزائے محمدی ہوں

نہ ہوں میں فاسق کہ عہد توڑوں نہ ہوں میں زانی زنا کا طالب
میں کردوں قرباں ہزاروں حوریں اک التجائے محمدی ہوں

اگرچہ شیطاں لعین رہزن صریح ہے دشمن وہ نسلِ آدم
نہ خوف مجھکو میں رکھتا اپنا جو پیشوائے محمدی ہوں

پڑی ہے کشتی بحرِ عصیاں میں پار اترنا محال جس سے
نہ ڈر ہے مجھکو میں رکھتا کامل جو ناخدائے محمدؐ نبی ہوں

نعت

ہم گنہگاروں پہ تیری مہربانی چاہیئے
سب گناہ دھلجائیں گے رحمت کا پانی چاہیئے

پشت پر مہر نبوت کرکے خالق نے کہا
کچھ تو اے پیارے میری تجھپر نشانی چاہیئے

کہتے ہیں خالق سے حضرت میں ترا محبوب ہوں
خلد میں سب امت محبوب آنی چاہیئے

دیکھ کر معراج میں ساماں فرشتوں نے کہا
ایسا مہماں چاہیئے یوں میہمانی چاہیئے

ہو میری پلکوں کی جاروب محمدِ مصطفےٰ
آنکھ کے پردوں کی واں چادر بچھانی چاہیئے

ہجر شاہ نے بستر غم پر گرایا ہے مجھے
اور کیا طاقت تجھے اے ناتوانی چاہیئے

داستانِ غم کہانی درد کی جز آپ کے
کس سے کہنی چاہیئے کسکو سنانی چاہیئے

شافع محشر نہیں میرے گناہوں کا شمار
ایسے عاصی پر تمہاری مہربانی چاہیئے

جاں بحق تسلیم ہے عشق رسول اللہ میں
تربت اکبر مدینے میں بنانی چاہیئے

قصیدہ وفا

عرض کر جا کے دلا احمد مختار کے پاس
درد عصیاں کی دوا ہے شہ ابرار کے پاس

شافع جرم تیرے جرم کو بخشاویں گے
سرنگوں ہوگا نہ تو حضرت غفار کے پاس

اک طرف حضرت صدیقؓ ہیں بعد اسکے عمرؓ
دونوں یہ دفن ہیں قبر شہ ابرار کے پاس

روضۂ پاک پیمبر کی زیارت ہو نصیب
بلبلِ زار ہوں پہنچوں کہیں گلزار کے پاس

غزل عاشقانہ

(فراق یار بوقت شب)

عشق گیسو سے بھرے تھے پیچ تاب آیا نہ تھا
غم نہ تھا کوئی ہمیں جب تک شباب آیا نہ تھا

ہو گئے افسوس وہ بھی نذر رخسار خزاں
جن گلوں پر باغ میں رنگ شباب آیا نہ تھا

آنکھ نے ساقی کا تو دکھلا دیا ساغر کا کیف
کیا ہوا اگر بزم میں جام شراب آیا نہ تھا

کوئی بھی صورت ہی گزری تو شام انتظار
موت تو آئی تھی پر خط کا جواب آیا نہ تھا

حشر تک ممکن نہ تھا گر ہوش آ جاتا ہمیں
طور پر موسیٰ کہو وہ بے نقاب آیا نہ تھا

بن گیا بتخانہ کعبہ یہ خدا کی شان ہے
اسی سے پہلے دہر میں یوں انقلاب آیا نہ تھا

دیکھ کر غفلت میری کہتے ہیں شاکر بعد مرگ
زندگی میں کیا اسے دم بھر بھی خواب آیا نہ تھا

(سہرا مبارک بادی)

اپنے جامے میں سماتا نہیں خوشرو سہرا
پا گیا ہے رخ گلگوں پہ جو قابو سہرا

لڑیوں پر عقد ثریا کا گماں ہوتا ہے
موتیوں سے جو گوندھا گیا خوشرو سہرا

غش ہوئے جاتے ہیں سب دیکھنے والے سر بزم
جلوۂ طور کا نقشہ ہے یہ دیکھو سہرا

ملکے حسن رخ نوشہ سے ضیا دیتا ہے
کیوں نہ مشہور زمانے میں ہو مہ رو سہرا

سر چڑھانے پہ بھی قدموں پہ جھکا جاتا ہے
خاکساروں کی صفت رکھتا ہے خوشخو سہرا

سن کے شادی کی خبر ماہ فلک رات کی رات
لایا تاروں سے بنا کر کے منور سہرا

ہے دعا لوگوں کے سر پہ ہو شہ رکے سہرا
لاویں حوریں جو پرستاں سے بنا کے سہرا

کاتب محمد عبدالعزیز (عزیز رقم امرتسری) **تمت** سکن کوچہ [illegible]

التماس معزز ناظرین آپ کی مبارک نظروں سے ہزاروں غزلوں اور دیگر قوالیوں اور نغموں کے گلدستے گذرے ہوں گے لیکن انصاف قدر دانوں کے ہاتھ ہے آپ کو جسقدر چیزیں اس کتاب میں عمدہ ملی ہونگی اس قدر عمدہ دوسری کتابوں میں ملنا محال ہے گو یہ ایک معمولی غزلوں کی کتاب ہے مگر یہ انتخاب چیدہ چیدہ غزلوں کا لاجواب ہے - اگر جناب کی نظر عنایت رہی تو اسکا تیسرا حصہ بھی عنقریب ہدیہ ناظرین ہوگا - والسلام خاکسار [illegible] تاجر کتب لکھنو مقیم لاہور

ہماری تجارت
عام بکری اور تھوڑے
منافع پر موقوف ہے۔
اس دکان پر روزانہ ہزاروں کتب فروخت ہوتی ہیں
نیازمندان
جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز
تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور